



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ

”اے ایمان والو! تم پر صوم فرض کیے گئے ہیں.....“

[www.sirat-e-mustaqeem.net](http://www.sirat-e-mustaqeem.net)

# مَا لِصِيَامٍ

راہِ طہ کیلئے پستہ :

محمد حنیف، پوسٹ بکس نمبر ۷۰۲۸، مسجدِ توحید، توحید روڈ، کیمڑی، کراچی

فون: 2850510-2854484

## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اور یہ نزول قرآن رمضان کی ایک انتہائی بابرکت رات میں ہوا جسے مالک نے اپنی کتاب میں ہزار مہینوں سے افضل کہا ہے<sup>(۱)</sup> امت مسلمہ کے لیے یہ رات بہت فضیلت والی ہے جس میں اللہ نے وہ مقدس کتاب اتاری جو

هُدًى لِّلْعَالَمِينَ وَبَيِّنَاتٍ لِّقَوْمٍ الْفُرْقَانِ (البقرة: ۱۸۵)

”انسانوں کے لیے ہدایت اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہیں۔“

اور جو

بِهُدًى لِّلْبَنَىٰ هِيَ الْقَوْمُ (بنی اسرائیل: ۹)

”ایسے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے جو سب سے سیدھا راستہ ہے۔“

ماہ رمضان کے فضائل کے متعلق روایات میں فرمان نبوی ﷺ ہے:

”سال کے آغاز سے آئندہ سال کی جنت کو رمضان کے لیے تجاویز جاتا ہے۔“<sup>(۲)</sup>

”رمضان کے آنے پر جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔“<sup>(۳)</sup>

”جب رمضان شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں جہنم کے

دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطان کو تجھروں میں باندھ دیا جاتا ہے۔“<sup>(۴)</sup>

ایک دوسری روایت میں اس طرح فرمایا کہ

”رمضان کے مہینے کی جب پہلی رات آتی ہے تو شیطان اور سرکش جن (زنجیروں

میں) جکڑے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں کوئی بھی کھلا

نہیں رہتا۔ اور جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں، کوئی بھی بند نہیں رہتا۔ اور

آواز لگائی جاتی ہے کہ اسے خبر کے طالب آگے بڑھا، اور اسے طالب شرک جا۔ اور

اللہ کے بندے جہنم سے آزاد کیے جاتے ہیں۔ اور ہر رات میں ایسا ہی ہوتا ہے۔“<sup>(۵)</sup>

بعض روایات کے مطابق رمضان میں اعمال خیر کا اجر ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ اگر رمضان میں

عمرہ کیا جائے تو حج کے برابر ثواب ملتا ہے۔<sup>(۶)</sup>

(۱) سورة القدر (۲) بیہقی بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصوم، فصل الثالث، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۸۸۴، اهل یقال رمضان... عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۴) ایضاً (۵)

جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب ماجاء فی فضل شہر رمضان، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، سنن ابن ماجہ: کتاب الصیام، باب ۲۰۱۲، ماجاء فی فضل شہر رمضان، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۶) صحیح بخاری: کتاب

المتاسک، ابواب العمرۃ، باب عمرہ فی رمضان، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

رمضان المبارک ماہِ صیام اور شہر القدر قرآن ہے۔ یہ اسلامی تقویم کا نواں مہینہ ہے۔

بیان اللسان اور التمجید اس کا مادہ مَضّ باب سَمِعَ سے بھی آیا ہے اور باب صَرَبَ

اور نَصَوَ سے بھی۔ اول الذکر باب سے اس کے معنی دان کا بہت گرم ہونا، ریت وغیرہ کا تیز

دھوپ سے جلنا، پیاس سے بدن کا گرم ہونا، چینی زہین میں چنا وغیرہ کے ہیں۔ جبکہ ثانی

الذکر سے تلوار وغیرہ کے پھل کو دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کوٹ کر دھار لگانے کے معنوں

میں آتا ہے۔ یہی مادہ ثلاثی مزید فیه میں تفعیل و افعال کے ابواب میں کبریوں کو سخت گرم

زہین میں پڑانے، کسی کو جلانے اور تکلیف دینے کے معنی دیتا ہے۔ احادیث میں بھی یہ لفظ

ان معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبا

میں لوگوں کو صلوة النہی ادا کرتے دیکھا تو فرمایا:

صَلُوةُ الْاَوَّلَيْنِ حَتّٰی تَوَاضِعَ الْفِصَالِ

”رجوع کرنے والے بندوں کی صلوة کا وقت جب ہے کہ اونٹ کے بچوں کے پیر جلتیگیں۔“<sup>(۱)</sup>

چونکہ اس مہینے میں روزہ رکھ کر کس کی تربیت کی جاتی ہے، بھوکا یا سارا کر اسے تایا جاتا ہے،

اور ایک طرح سے اسے گوشت پیٹ کر سنان لگایا جاتا ہے، اس لیے مندرجہ بالا تمام معنی ماہِ

رمضان پر صادق آتے ہیں۔

## رمضان کی فضیلت

ماہ رمضان وہ مبارک مہینہ ہے جس کے لیے قرآن میں آیا ہے کہ:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ (البقرہ: ۱۸۵)

”ماہ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔“

(۱) صحیح مسلم، کتاب صلوة المسافرين و عسرا، باب صلوة الليل و عدد رکعات النہی

عن زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

”جو شخص قوتِ مردی رکھتا ہو تو اسے چاہیے کہ وہ شادی کرے کیونکہ یہ بہت زیادہ نظرِ دل کو بچا رکھتی ہے اور شرمِ گاہ کی حفاظت کرتی ہے۔ لیکن جس کو یہ استطاعت نہ ہو تو روزہ روزہ رکھنے کے لیے اس کے لیے وجہ (دے کر رکھنے کا ذریعہ) ہے۔“<sup>(۱)</sup>

## روزے کی فرضیت

روزے کی فرضیت کے لیے ایمان لازمی شرط ہے جیسا کہ اللہ کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اكْتُبُوا عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ (البقرہ: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔“

اور ظاہر ہے کہ یہاں ایمانِ خالص ہی مراد ہے جس کے حامل وہی لوگ ہوتے ہیں جو حقیقتاً اللہ کو الٰہ واحد مانتے ہیں، اس کی ذات و صفات، حقوق و اختیارات، و اموال و احکامات، قدرت و تصرفات، اقتدار و حاکمیت، ملکیت و ملکیت میں کسی کو کسی بھی طرح شریک نہیں کرتے؛ اس کی کتاب کے ایک ایک حرف پر اس کی فشاء و مرضی اور اس کے آخری پیغمبر ﷺ کی بیان کردہ تشریح کے مطابق ایمان رکھتے ہیں اور انہی کو دین کی بنیاد، حجت اور حرفِ آخر جانتے ہیں، اور ان سے سراسر موخرف کو کفر سمجھتے ہیں؛ اور ان کے خالص ایمان میں کسی بھی قسم کی آمیزش اور ملاوٹ نہیں ہوتی<sup>(۲)</sup>۔ یہ ایمان ہر قسم کے شک و شبہ، ارتباب و استرداد سے یکسر خالی<sup>(۳)</sup>۔ کا بر و مقار پرستی، فرقہ و مسلک کی پیروی سے مبرا، اکتاب و سنت کی کوئی پر ٹھکا، پر کھا اور چانچا ہوا، کھرا اور ہر قسم کے کھوٹ سے پاک ہوتا ہے۔ صوم سمیت ہر قسم کی عبادت ایسے ہی خالص ایمان کے حامل لوگوں پر فرض ہے۔

جو لوگ اوپر بیان کردہ صفات والا ایمان نہیں رکھتے اور اس میں مختلف قسم کی ملاوٹ و آمیزش کرتے ہیں، مثلاً کتاب و سنت کے علاوہ کسی خود ساختہ مسلک کی پیروی بھی کی جاتی ہو؛ دین کو بگاڑنے والی فرقہ وارانہ شخصیات سے بھی قلبی لگاؤ ہو؛ قبروں، مزاروں، آستانوں، خانقاہوں سے بھی وابستگی ہو اور ان میں مدفون ہستیوں کو زندہ، سنتا، بولتا، جانتا، نافع و ضار، فیض و ضرر رساں، داتا و منگیر، غوث، غوثِ اعظم، مشکل کشا، خالی جھولیاں بھرنے والا، دلی

روزے کے لیے قرآن وحدیث میں لفظ ”صوم“ استعمال ہوا ہے، ”روزہ“ فارسی لفظ ہے۔ المنجد اور بیان اللسان میں صوم کا مادہ بابِ نَصْر سے ضَامَّ آیا ہے، جس کے معنی رکے رہنے کے ہیں۔ مادہ صائم کے معنی بھی ہیں رکا ہوا پانی۔ اصطلاح میں کھانے پینے، جنسی خواہشات اور تمام منکرات سے صبح صادق کے غروبِ شمس تک رکے رہنے کو ”صوم“ کہا جاتا ہے۔ ابو ذر کرامی الحیدرین نخوی اپنی شرح صحیح مسلم میں کتاب الصوم کی ابتدا میں لکھتے ہیں کہ ”لفظ میں صوم اور صیام کے معنی مطابقتِ اسماک (یعنی رنگا) کے ہیں۔ اور (اصطلاح) شرع میں مخصوص وقت میں مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص اسماک ہے۔“

## مقصدِ صیام

رمضان کا مہینہ انتہائی خیر و برکت کا مہینہ ہے۔ یہ مہینہ تزکیہ نفس، کردار سازی، اصلاح احوال، تعمیر سیرت، اخلاق کو سنوارنے، اطوار کو نکھارنے، عادات کو سدھارنے اور اعمال کو جلا بخشنے کا ایک مکمل تربیتی پروگرام اور ایک مفید Refresher Course ہے۔ ماہِ رمضان کی خصوصی عبادتیں صوم، تراویح اور اعتکاف ہیں جو تزکیہ نفس کا مؤثر ترین ذریعہ ہیں۔ ویسے تو بندگی رب کا مقصد ہی لوگوں میں تقویٰ پیدا کرنا ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: ۲۱)

”اے انسانو! اپنے رب کی بندگی کرو جس نے تمہیں آدم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تا تم تقی بن جاؤ۔“

اور عبادات کا نظام اس مقصد کے حصول میں بہت زیادہ مدد و معاون ثابت ہوتا ہے۔ لیکن یہ روزے کا امتیاز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن مجید میں بطور خاص فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اكْتُبُوا عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ وَلِئَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرہ: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے، جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کیے گئے تھے، تاکہ تم تقی بن جاؤ۔“

روزہ تربیتِ انسانی کا ایک بہترین طریقہ اور مؤثر ذریعہ ہے۔ تزکیہ نفس اور شہوانی تحریکات کو قابو میں رکھنے کے لیے روزہ کا سمیر کا کام کرتا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۹۲ الصوم لمن خاف على نفسه العزوبه،

عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۲) الانعام: ۸۲ (۳) الحجرات: ۱۵

مرا دیں اور حاجتیں پوری کرنے والا، بیماری میں شفا، کاروبار میں برکت، رزق میں کشادگی، روزی میں فراوانی بخشنے والا، کھوئی قسمتیں کھری کرنے والا، بیڑے پار لگانے والا، حسبِ خواہش بیانیہ دینے والا، وغیرہ وغیرہ سمجھا جاتا ہو؛ ان سے غائبانہ مدد مانگی جاتی ہو، استعانت و استمداد کے لیے ان کی دہائیاں دی جاتی ہوں، ان کے نعرے بلند کیے جاتے ہوں، دعاؤں میں ان کا تو کُسل اختیار کیا جاتا ہو اور یہ دعویٰ کیا جاتا ہو کہ اگر یہ ہماری درخواست اللہ تک پہنچائیں تو اللہ ہرگز رو نہ کرے گا؛ ان سے وابستہ اشیاء و مقامات حتیٰ کہ ان کی قبر تک کی شعاثر اللہ جیسی تنظیم و حکمر کو کہیں تقاضائے ایمان جانا جاتا ہو؛ شریعت اسلامی کی پیروی کو نہایت کے لیے کافی نہ سمجھا جاتا ہو بلکہ طریقت کی بھی ضرورت محسوس کی جاتی ہو اور نور و فلاح کے حصول اور دین میں ترقی کے لیے نبی ﷺ کے فرمان کے بموجب آپ ﷺ کی سنت سے تمسک کے بجائے جیری مریدی کے ذریعے یعقوبی کے کسی سلسلے سے وابستہ ہونا ضروری خیال کیا جاتا ہو؛ قبر نبوی ﷺ کو اللہ کے عرش و کعبہ سے بھی افضل گردانا جاتا ہو؛ نبی ﷺ کو جنت الفردوس کے اعلیٰ ترین مقام ”الویلہ“ کے بجائے مدینے کی قبر میں زندہ مانا جاتا ہو؛ اللہ کے رسول ﷺ کے قبر میں درود سننے اور ان پر اعمال پیش ہونے پر عقیدہ ہو؛ انہیں خلوت و جلوت میں ہر جگہ حاضر و ناظر مانا جاتا ہو؛ ان کی پیدائش کے دن کو نبی ﷺ کے حکم کے خلاف عید بلکہ ”عیدوں کی عید“ کہہ کر بیود ہوند، نصرائی و مجوس کی طرح بلکہ ان سے بھی بڑھ کر انواع و اقسام کی خرافات سے بھر پور پیش منایا جاتا ہو؛ نبی ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کے بجائے بدعات کثیر پر بھد شوق اور عقیدت و احترام کے ساتھ عمل کیا جاتا ہو؛ مثلاً ہر نماز کے بعد کئی دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا، میت کو دفن کر ہاں اذان دینا، اس کا تہیہ، چالیسواں، برسی، عرس وغیرہ کرنا، اس کی بلکہ تمام انبیاء و اولیاء و عام مسلمانوں کی روح کو ایصالِ ثواب کرنے کے لیے قرآن خوانی کرنا، میلا و کرنا، کھانا و کپڑا تقسیم کرنا، مہینے، دن و اوقات مقرر کر کے نذر نیاز کرنا، وغیرہ وغیرہ؛ اللہ کے علاوہ اس کے نبیوں کو اور صوفیوں کو عالم الغیب جانا جاتا ہو؛ اعمال کا ثواب ایصال کیا جاتا ہو؛ ٹونوں، ٹونگوں، تعویذ گنڈوں، کڑوں، چٹلوں، نقشوں گینوں کو موشم سمجھا جاتا ہو؛ مختلف حیلوں بہانوں سے اللہ کی

حرام کردہ چیزوں مثلاً سود، غیر اللہ کی نذر نیاز کو حلال و جائز کر لیا جاتا ہو؛ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو خواب بلا خواب جتنی جاگتی آنکھوں سے دیکھنے اور ان کے اپنے گھر اور محفل میں آنے کے بھی دعوے کیے جاتے ہوں؛ قرآن کی آیات کو ابجد کے حروف میں تبدیل کر کے خود ساختہ علم الاعداد و جفر اور نجوم کے ذریعے لکھتے و آئندہ کی خبریں دی جاتی ہوں؛ اللہ کی صفاتی حیثیت مثلاً مولیٰ، مولانا، سرکارِ دو عالم، سرورِ کائنات، سید کونین، آقا نے دو جہاں، وغیرہ اس کے نبیوں اور بندوں کو دے دی جاتی ہو؛ کائنات کی تخلیق کا سبب بفرمان الہی ہندگی رب کے بجائے ذات نبوی ﷺ کو قرار دیا جاتا ہو؛ قرآن میں معنوی تحریف کی جاتی ہو؛ اور اس کے احکامات کا کتمان کیا جاتا ہو؛ قرآن اور قوی احادیث کے مقابلے میں موضوع روایات کو دین کی اساس بنایا جاتا ہو؛ اللہ کے برگزیدہ انبیاء علیہ السلام پر ویسے کے شرک کی تہمت لگائی جاتی ہو؛ خالق روحانہ و تعالیٰ کو خونخوار و نری ﷺ کو اس کا ایک ٹکڑا قرار دیا جاتا ہو؛ نبی آخر الزماں محمد ﷺ کے بعد کسی بھی معنی و مضمون میں کسی اور کی نبوت پر یقین کیا جاتا ہو؛ احبار و رہبان کی لادھی تقلید کی جاتی ہو اور صلوة کی امامت، اذان، قرآن کی تعلیم، نکاح خوانی وغیرہ امور دین کی اجرت و معاوضہ کسی بھی شکل میں لیا جاتا ہو؛ تو ایسا اسلام ہرگز وہ اسلام نہیں جو محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے تھے؛ جسے اللہ نے مسلمانوں کے لیے پسند کیا تھا؛ یہ دین وہ دین نہیں جو اللہ کو پسند ہے۔ (۱) ایسا دین اللہ کے یہاں مقبول نہیں (۲) بلکہ مردود ہے (۳)؛ ایسے دین کے ماننے والوں پر صوم و صلوة، حج و زکوٰۃ کچھ بھی فرض نہیں۔ اگر تو یہ کیے بغیر اسی دین پر جان دی تو ان پر صرف ایک ہی چیز فرض ہے: جہنم کی آگ (۴)

سورۃ البقرۃ کی زیر بحث آیت میں کما ۱۰۱۱ عَلَی الدِّینِ مِنْ حَبْلِکُمْ (جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے تھے) کہہ کر قرآن ثابت کرتا ہے کہ روزے صرف محمد ﷺ کی امت پر ہی فرض نہیں کیے گئے بلکہ ان سے پہلے جو اہل ایمان تو ہیں گزری ہیں ان پر بھی یہ عبادت فرض تھی، کیونکہ

وَمَا كَانَ لِلنَّاسِ اِلَّا اَعَاذَةُ وَاحِدَةٌ ۖ فَاُخْتَلَفُوا (یونس: ۱۸)

”ساری انسانیت آپ کے ایک ہی ملت و واحدہ تھی پھر انہوں نے اختلاف کیا۔“

(۱) المائدہ (۲۳) آل عمران: ۱۴ (۲) آل عمران: ۸۵ (۳) متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ ابی العنصام / صحیح مسلم: کتاب الاقصیہ، باب تنقض الاحکام الباطلہ، عن عائشہ (۴) (۵) الکہف: ۱۰۲ / الذہر: ۲



سابقہ امتوں کا دین بھی اسلام ہی تھا:

لَمْ يَكُنْ لَكُمْ دِينٌ إِلَّا الَّذِي كَانَ لآلِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ أَخْبَأَهُمْ أَبُو لَهُمْ فِي بُيُوتِهِمْ إِذْ وَكَّلَ لَهُمْ آدَمُ أَنْ يَتَّقُوا اللَّهَ فَكَانُوا خَائِفِينَ (الشورى: ۱۲)

”اس (رب) نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کے اختیار کرنے کا حکم نوح کو دیا تھا اور جس کی (اسے رحمہ اللہ!) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو حکم دیا تھا کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔“

روزے غزوہ بدر سے پہلے ۲ھ میں فرض ہوئے۔ روزے صرف ماہ رمضان کے ہی فرض ہیں باقی کسی اور مہینے کے نہیں<sup>(۱)</sup> یہ روزے ہر عاقل بالغ مسلمان پر فرض ہیں الا یہ کہ مریض ہو یا مسافر (اور وہ مگر ایام میں پورے کریں):

أَيُّهَا مَنِ احْتَلَّ مِنْهُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ عَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ (البقرة: ۱۸۵)

”ایام صوم“ کتنی کے چند روز ہیں، تو جو شخص تم سے ہے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کا شمار پورا کر لے۔“

ابتداء اسلام میں اختیار تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے اس کے بدلے فدیہ دے دے:

وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ (یعنا)

”اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھیں (لیکن انہیں نہیں) تو وہ ایک روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔“

لیکن بعد میں یہ عریات منسوخ ہو گئی اور روزہ سب پر فرض ہو گیا:

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرة: ۱۸۵)

”پس جو کوئی تم میں سے اس مہینے کو پائے تو اسے چاہے کہ اس (پورے مہینے) کے روزے رکھے۔“

البتہ اسی آیت کے اگلے فقرے میں مریض و مسافر کا استثنیٰ برقرار رہا کہ انہیں رخصت ہے کہ بعد میں یہ دن پورے کر لیں، یعنی چھوٹے ہوئے روزوں کی کتنی ضرورت پوری کرنی ہے، ابھی نہیں تو بعد میں ہی کہی۔ مسافر کو اختیار ہے کہ چاہے تو روزے رکھے چاہے اظہار کر دے۔<sup>(۲)</sup>

(۱) صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب ۳۲ الزکوۃ من الاسلام، عن طلحہ بن عبد اللہ۔

(۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۱۴ السفر و الافطار، عن عائشہ۔

نبی ﷺ نے بھی سفر میں روزے رکھے<sup>(۱)</sup> اور نبی ﷺ کے ساتھ صحابہ نے بھی سفر میں روزے رکھے۔ اور نہیں بھی رکھے لیکن روزے دار اور غیر روزے دار ایک دوسرے پر کوئی عیب نہ لگاتے تھے<sup>(۲)</sup> ترمذی نے یہ بات بیان کرتے ہوئے اس روایت میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے اس قول کا بھی اضافہ کیا ہے کہ

مَنْ وَجَدَ قُوَّةَ فِصَامٍ فَحَسَنَ وَمَنْ وَجَدَ ضَعْفًا فَلَا فِطْرَ فَحَسَنَ

”جس کو طاقت ہو اور وہ روزہ رکھے تو خوب ہے، اور جس کو کمزوری ہو اور روزہ نہ رکھے تو وہ بھی خوب ہے۔“<sup>(۳)</sup>

ویسے ابو داؤد نے نبی ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے کہ

”جس کے پاس ایسی سواری ہو جو اسے آسانی سے خاطر خواہ منزل پر پہنچا دے اور اسے بیت نکھانا بھی ملتا ہو تو جہاں چاہے وہ رمضان پائے اسے چاہے کہ روزہ رکھے“<sup>(۴)</sup>

البتہ ایسے سفر میں روزہ رکھنا کہ جس سے آدمی مڈحال ہو جائے، کسی کام کا نہ رہے، دوسرے اس کی خدمت میں گھر ہیں اور اجتماعی کام میں غل میں واقع ہو، تو یہ منع ہے۔ ایسے روزے کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ کوئی نیک نہیں<sup>(۵)</sup> بلکہ ایسا روزہ نہ رکھنا ہی زیادہ ثواب ہے<sup>(۶)</sup>

مسافر کے ساتھ حاملہ عورت اور بچے کو دودھ پلانے والی کے لیے بھی رمضان کے روزے نہ رکھنے کی رخصت ہے<sup>(۷)</sup> عورت میں حیض کے دنوں میں روزے سے مستثنیٰ ہیں<sup>(۸)</sup> یہ سب بعد میں قضا کر لیں<sup>(۹)</sup> یہی حکم حالت نفاس کا بھی ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حاملہ عورت کے متعلق سوال ہوا کہ جب اسے اپنے حمل کا خوف ہو اور روزہ نہ رکھ سکے تو کیا

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۱۴ الصوم فی السفر و الافطار، عن عبد اللہ بن ابی اوفیٰ۔ (۲) ایضاً، باب ۱۲۲۰ لم یبع اصحاب النبی ﷺ بعضهم بعض فی الصوم و الافطار، عن انس بن مالک۔ (۳) جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب رخصة فی الصوم فی السفر، عن ابی سعید الخدری۔ (۴) سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۲۲۲ فممن اختار الصیام، عن ابی سلمۃ۔ (۵) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۱۴ قول النبی ﷺ لمن ظلل علیہ... عن جابر بن عبد اللہ۔ (۶) (۱) متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصوم، باب صوم المسافر، فصل اؤز، عن انس بن مالک۔ (۷) (۲) سنن نسائی: کتاب الصیام، باب ۲۰۸ وضع الصیام عن الحبلی والمرضع، عن انس بن مالک۔ (۳) جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب رخصة فی الافطار للحبلی والمرضع، عن انس بن مالک۔ (۴) سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۲۲۱ من اختار الفطر، عن انس بن مالک۔ (۵) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۰۸ ترک الحائض الصوم، عن ابی سعید الخدری۔ (۶) کتاب الصوم، باب ۲۲۲ الحائض ترک الصوم والصلوة (۷) صحیح مسلم: کتاب الحيض، باب وجوب قضاء الصوم علی الحائض دون الصلوة، عائشہ۔

کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ روزہ نہ رکھے بلکہ نبی ﷺ کے مہدوں میں سے ایک مہد گندم ہر روزے کے بدلے میں دے دے۔<sup>(۱)</sup>

یہاں یہ مسئلہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے جن کے ذمے قضاء روزے ہیں، یہ روزے رکھنے سے پہلے مر جائیں تو کیا صورت ہو؟ اس معاملے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال درج ذیل ہیں:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب کوئی شخص رمضان میں بیمار ہو اور اچھا ہوئے بغیر مر جائے تو اس کی طرف سے مسکینوں کو کھانا دیا جائے گا اور قضاء اس کے ذمے واجب نہ ہوگی، اگر اس نے کوئی نذر مانی ہو تو اس کی طرف سے وہ نذر پوری کرے گا۔<sup>(۲)</sup>  
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جو مر جائے اور اس پر رمضان کے مہینے کے روزے ہوں تو ہر روزے کے عوض اس کی طرف سے ایک مسکین کو کھانا کھلایا جائے۔<sup>(۳)</sup> جو پوچھا بہت ضعیف ہو جائے تو وہ بھی روزے کا فدیہ دے سکتا ہے۔<sup>(۴)</sup> فدیہ دینا ہی زیادہ صحیح ہے کیونکہ عموماً امام مالک کی روایت میں انہی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مناعتِ روزہ نقل کی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے، نہ نماز پڑھے۔<sup>(۵)</sup>

## صوم رمضان کی فضیلت

صوم رمضان بھی اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اس بات کی شہادت کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، صلوٰۃ قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج اور رمضان کے صیام۔<sup>(۱)</sup> ایک دوسری روایت میں نبی ﷺ نے اللہ کی بندگی، اس کے ساتھ شریک نہ کرنے، صلوٰۃ قائم کرنے، زکوٰۃ دینے اور رمضان کے روزے رکھنے کو اسلامی ایمان بتایا۔<sup>(۲)</sup> وفدِ عمرہ القیس کو نبی ﷺ نے جنت

(۱) مؤطا امام مالک: باب ۴ فدیۃ من افطر فی رمضان (۲) سنن ابی یوسف: کتاب الصیام، باب ۲۱۹ فمیں مات و علیہ صیام (۳) جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب الکفارة (۴) مؤطا امام مالک: باب ۴ فدیۃ من افطر فی رمضان (۵) مؤطا امام مالک بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصوم، باب القضاء، فصل ثالث (۶) صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب ۴۴ قول النبی ﷺ یفی الاسلام علی خمس عن ابن عمر رضی اللہ عنہما (۷) صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب ۴۴ سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

میں جانے والی جو چار باتیں بتائیں، ان میں رمضان کے روزے رکھنا بھی شامل تھا۔<sup>(۱)</sup>  
احادیث میں صوم رمضان کی بے انتہا فضیلت بیان کی گئی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اللہ کے نزدیک صائم (روزے دار) کے منہ کی بوٹھکی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے۔“ (اللہ فرماتا ہے کہ) صائم میرے لیے اپنا کھانا پینا اور شہوت چھوڑتا ہے، روزہ میرے لیے ہے اور میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔ اور ایک تکی کے بدلے میں نیکوں کا ثواب ملے گا۔<sup>(۲)</sup>

یہ صائم کا انتہائی اعزاز و اکرام ہے کہ مالک اس کے صوم کی نسبت اپنی ذاتِ شریفہ کے ساتھ فرما رہا ہے۔ صوم کا اللہ کے لیے ہونے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ صوم کا معاملہ بندے اور رب کے درمیان ہے۔ صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج وغیرہ عبادات دوسرے لوگوں کے مشاہدے میں بھی آسکتی ہیں لیکن صوم تو ایسی کیفیت کا نام ہے جسے دوسرے نہیں دیکھ سکتے۔ اور یہ واقعی درست ہے کہ بندہ کھانا پینا وغیرہ صرف اللہ کی وجہ سے چھوڑتا ہے ورنہ وہ یہ کام چھپ کر بھی کر سکتا ہے۔ دشمن کے دورانِ فتنے ہونے پانی نکل سکتا ہے، کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا۔ اسی طرح صوم کی دوسری پابندیاں بھی وہ خفیہ طور پر توڑ سکتا ہے، لیکن وہ ایسا نہیں کرتا۔ ایسا کرنے میں اسے صرف اللہ کا خوف مانع ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ نے روزے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے۔ اس میں ریا کاری بھی نہیں ہو سکتی، اخلاص ہی اخلاص ہوتا ہے، چنانچہ اس کا اجر بھی بے حد و حساب ہے۔

ایک دوسری حدیثِ قدسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”اُمّی اولاد کا ہر عمل اس کے لیے ہے سوائے صوم کے۔“ صوم نماہوں کے لیے ذوالِ حرام ہے۔ جب تم میں سے کوئی صوم رکھے تو اسے چاہیے کہ وہ برے کاموں اور بچہ و بکارت سے بچے۔ پھر اگر کوئی اسے گالی دے یا اس سے لڑے تو وہ کہے کہ میں صائم ہوں۔ اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، صائم کے منہ کی بوٹھکی خوشبو سے زیادہ پھندہ ہے۔ صائم کے لیے دو خوشیاں ہیں: ایک اس وقت جب وہ افطار کرے اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت جبکہ وہ اپنے صوم کا ثواب دیکھے گا۔<sup>(۳)</sup>

(۱) صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب ۴۰ اداء الخمس من الایمان، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

(۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۸۱ فضل الصوم، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

(۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۸۲ ۱۱۸۳ یقول انی صائم اذا شقمت۔ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

کے مؤخر الذکر معنی ہی زیادہ صحیح ہیں، کیونکہ ایک موقوف حدیث میں تقویٰ کی تشریح اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جس طرح ایک تنگ روش، جس کے دورویہ کانٹے اور جھاڑیاں ہوں، سے گزرتے ہوئے پکڑوں کو اونچھی طرح سیٹھ کر چلا جاتا ہے کہ مبادا کانٹوں میں الجھ کر پھٹ نہ جائیں، اسی طرح دنیا کی راہ گذر پر چلتے ہوئے اپنے دامن ایمان کو معاصی و منکرات کی خادراں جھاڑیوں سے بچانا ہے۔

حالات میں صوم اپنے اعمال کا احتساب کرنا چاہیے تاکہ کسی معصیت کا ارتکاب نہ ہو کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور برے کام نہ چھوڑے تو اللہ کو اس کی حاجت نہیں کہ کوئی اپنا کھانا پینا چھوڑے<sup>(۱)</sup> دوسری جگہ فرمایا کہ کتنی ہی روزے دار ایسے ہیں جن کو روزوں سے سوائے پیاس کے کچھ نہیں ملتا، اور کتنے رات کو قیام کرنے والے ہیں کہ ان کو چاہئے کہ صوم کچھ نہیں ملتا۔<sup>(۲)</sup>

## رویت ہلال

رمضان کے روزے رکھنے کے لیے نبی ﷺ نے فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر ہی موقوف کرو۔ اگر ابر چھا جائے (اور اس وجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آئے) تو (شعبان کے مہینے کے) تیس دن پورے کرو (اور اگلے دن سے روزہ رکھو)۔<sup>(۳)</sup> نبی ﷺ رمضان کے مہینے کا خاص اہتمام فرماتے تھے اور اس کے انتظار میں دن گنتے تھے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ شعبان کی تاریخوں کو اونچھی طرح یاد رکھتے، اس کے علاوہ کسی اور مہینے کا ایسا اہتمام نہ فرماتے، رمضان کا چاند دیکھ کر روزے شروع فرماتے، اگر اس دن ابر ہوتا تو شعبان کے تیس دن پورے فرماتے پھر روزے رکھنا شروع کرتے۔<sup>(۴)</sup> اور جب چاند نظر آتا تو آپ ﷺ یہ دعا فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِهْلِنَا عَلَيْنَا بِالْيَمِيْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ رَبِّيْ وَرَبِّكَ اللّٰهُ

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۹۲، من لم يدع قول الزور والعمل به في الصوم، عن ابی هريرة ؓ (۲) سنن دارمی، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصوم، باب تنزیہ الصوم، فضل ثانی، عن ابی هريرة ؓ (۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۹۵، اقول النبي ﷺ اذا رايتم الهلال فصوموا۔۔۔ عن ابی هريرة ؓ (۴) سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۱۸۲، اذا غمی الشهر

صائم کا ایک دوسرا زبردست اعزاز یہ ہے کہ اس کے لیے جنت کے آٹھ دروازوں میں سے ایک دروازہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جس کو یثرب کہا جاتا ہے۔ قیامت کے دن صائم اس دروازے سے جنت میں داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں سے نہ جائے گا۔ پکار گئے گی کہ صائم کہاں ہیں۔ وہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان کے سوا اس میں سے کوئی نہ جائے گا۔ جب وہ داخل ہو جائیں گے تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ پھر کوئی اور اس میں سے داخل نہ ہوگا۔<sup>(۱)</sup> ترمذی نے اس روایت میں اتنا مزید نقل کیا ہے کہ جو اس میں داخل ہوگا تو پھر بھی پیاسا نہ رہے گا۔<sup>(۲)</sup> نبی ﷺ نے فرمایا کہ صلوٰۃ صوم اور صدقہ اس فتنے کا کفارہ بن جاتے ہیں جو انسان کے اہل و عیال، مال و منال اور ساقی پڑوسیوں میں ہوتا ہے۔<sup>(۳)</sup>

گناہوں کی معافی کا بہترین ذریعہ صوم رمضان ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ صلوٰۃ خسہ اور جمعہ تک اور رمضان دوسرے رمضان تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہو جاتے ہیں۔<sup>(۴)</sup> ایک دوسری روایت میں فرمایا کہ جس نے رمضان کے صوم ایمان اور احتساب کے ساتھ رکھے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔<sup>(۵)</sup> اس حدیث میں بھی ایمان کو صوم کی شرط اول کے طور پر بیان کیا گیا ہے جس کا تفصیلی ذکر پچھلے صفحات میں کیا جا چکا ہے۔ یہاں ایمان کے ساتھ لفظ ”احتساب“ بھی استعمال ہوا ہے۔ احتساب سے کیا مراد ہے؟ عام طور پر اس کے معنی ”ثواب کی نیت“ بیان کیے جاتے ہیں۔ روزے ہی پر کیا موقوف، ہر نیک عمل، عبادت کا ہر ہر انداز مسلمان ثواب کی نیت سے ہی کرتے ہیں۔ اس کے دوسرے معنی وہ ہیں جو عام مستعمل ہیں یعنی حرکات و سکنات کی جانچ پڑتال، اعمال کا جائزہ و تجزیہ اور ان پر کڑی نظر کہ وہ احکام شرعیہ کے خلاف نہ ہونے پائیں۔ صوم کے مقصد و غرض و غایت یعنی تقویٰ پیدا کرنے کو مد نظر رکھتے ہوئے احتساب

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۸۸ (بلا عنوان) عن سهل بن سعد ساعدی ؓ

(۲) جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب صوم لئلا من کل شهر، عن سهل بن سعد ساعدی ؓ

(۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۸۷، الصوم كفارة، عن حذيفة ؓ

(۴) صحیح مسلم: کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء، والصلوة، عن ابی هريرة ؓ

(۵) صحیح بخاری: کتاب الايمان، باب ۲۸ صوم رمضان احتسابا من الايمان، عن ابی هريرة ؓ



”اے اللہ! اس ہلال کو ہم پر امن و ایمان، سلامتی اور اسلام کے ساتھ مبارک فرماتا۔ (اے چاند!) میرا اور تیرا رب اللہ ہے۔“<sup>(۱)</sup>

ایک روایت میں نبی ﷺ کا حکم بھی مروی ہے کہ رمضان کے لیے شعبان کے مہینے کی گنتی کرتے رہو۔<sup>(۲)</sup> مطلع ہوا کہ آج شعبان کی شام میں چاند نظر نہ آئے تو اگلے دن منکوک ہوگا کہ آج شعبان کی تیس تاریخ ہے یا رمضان کی پہلی۔ ایسے شک کے دن کا روزہ رکھنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرمایا کہ جس نے اس دن روزہ رکھا اس نے نبی ﷺ کی نافرمانی کی۔<sup>(۳)</sup> ایک روایت میں نبی ﷺ نے شعبان کے آخری دنوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔<sup>(۴)</sup>

جیسا کہ پہلے بیان ہوا، نبی ﷺ ماہ رمضان کا چاند دیکھنے کا اہتمام فرماتے تھے۔ اگر آپ ﷺ نہ دیکھ پاتے تو دوسروں کے دیکھنے کی اطلاع پر روزے رکھنے کا اعلان فرمادیتے، جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر کیا۔<sup>(۵)</sup> موجودہ دور میں رویت ہلال کمپنیاں جو چاند کی اطلاع دیتی ہیں وہ اس شرط پر پوری اترتی ہیں کیونکہ ان کی اطلاع صدقہ ذرائع سے ہوتی ہے۔ ہر شہر و ملک کے لوگ اپنے اپنے علاقوں میں چاند دیکھ کر روزے رکھیں یا چھوڑیں، کیونکہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے جمعہ کی رات کو شام میں رمضان کا چاند دیکھا تھا، لیکن مدینہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ہفتہ کی شب دیکھا تھا اور انہوں نے (مدینہ والوں کے لیے) معاویہ رضی اللہ عنہ کی رویت کو تسلیم نہیں کیا۔<sup>(۶)</sup> اپنے علاقے میں رویت ہلال نہ ہو تو مصافحات کی رویت ہلال پر حکم نافذ کیا جائے گا۔<sup>(۷)</sup>

## مدت صوم

روزہ طلوع فجر یعنی صبح صادق سے مغرب تک جاری رہتا ہے۔ ابتداء میں روزے کی

(۱) جامع ترمذی: ابواب الدعوات، باب ما یقول عند رویۃ الهلال، عن طلحۃ بن عبید اللہ رحمہ اللہ (۲) جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب ما جاء فی احصاء ہلال شعبان لرمضان، عن ابی ہریرۃ رحمہ اللہ (۳) صحیح بخاری تعلیقاً: کتاب الصوم، باب ۱۵۵، اقول رحمہ اللہ! اذا رایتہ الهلال فاصوموا/ جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب کراهیۃ الصوم یوم الشک (۴) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۹۸ لا یفتد من رمضان بصوم یوم والیومین، عن ابی ہریرۃ رحمہ اللہ (۵) سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۱۶۲ فی شہادۃ الواحد علی رویۃ ہلال رمضان (۶) صحیح مسلم: کتاب الصوم، باب بیان ان لکل بلد رویۃ (۷) سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۱۶۱ شہادۃ رجلین علی رویۃ ہلال شوال

مدت طویل تھی۔ اس کا قاعدہ یہ تھا کہ اگر روزہ افطار کے بغیر کوئی سوچا تا تو پھر وہ اگلے دن غروب آفتاب سے پہلے تک کھانسی نہیں سکتا تھا (یعنی جماعت سے متعلق نہیں تھا جیسا کہ آج کے متعلق آیت سے ثابت ہوتا ہے)۔ اس حکم سے صحابہ رضی اللہ عنہم کچھ مشکل کا سامنا کرنا پڑا اور اس کی پابندی دشوار معلوم ہوئی (اور عرصہ تو ہمارا بھی کرینے)۔ اللہ نے آسانی فرمائی اور درج ذیل آیت نازل فرما کر اس پابندی کو ختم کر دیا جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم بہت خوش ہوئے۔<sup>(۱)</sup>

اٰھلَ الْکُفْرِ لَیْسَ لَکُمُ الصَّیَّامُ الْوُفَّیُّ اِلٰی نَزْلِ الْکُفْرِ هُنَّ لَیْسَ لَکُمْ وَلَا اَنْتُمْ لَیْسَ لَکُمْ عَلَیْہِمْ اَنْکُمْ کُنْتُمْ عَصَاۃً اَنْفُسَکُمْ فَابْغَوْا فَاَیُّکُمْ وِعَافَاۃً فَاَلَنْ یَاۡسُرَ وُفَّیُّ عَلَیْہِمْ اَلَا کُلُّ لَکُمُ اللّٰہُ لَکُمْ وَاَلَمْ یَاۡسُرَ عَلَیْہِمْ لَکُمُ الصَّیَّامُ الْکَافِرُ مِنَ الْغَیْطِ الْکَافِرُ مِنَ الْجَنَّةِ اَتَصَوَّمُوا الصَّیَّامَ اِلٰی النَّیْلِ وَلَا تَبْاۡیُرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عَلَاۡکُونَّ فِی الْمَسْجِدِ لِتَلٰکَ حُدُوْدَ اللّٰہِ وَلَا تَقْرَبُوْہَا کَذٰلَکَ یُخَبِّرُ اللّٰہُ الْاٰیٰتِیْنَ لِلَّذِیْنَ لَعَلَّہُمْ یَتَّقُوْنَ

(البقرہ: ۱۸۵)

”تمہارے لیے روزوں کے زمانے میں راتوں کو اپنی بیویوں کے پاس جانا حلال کر دیا گیا ہے۔ تمہارے لیے لباس میں اور تم ان کے لیے۔ اللہ کو معلوم ہو گیا کہ تم لوگ چپکے چپکے اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، مگر اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور تم سے درگزر فرمایا۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب بٹاش کرو اور اللہ نے جو چیز تمہارے لیے لکھ رکھی ہے (یعنی اولاد) اسے طلب کرو۔ اور کھاد بچہ یہاں تک کہ تم کو سپیدہ سحر کی دھاری شب کی سیاہ دھاری سے نمایاں نظر آجائے۔ پھر روزہ (رکھ کر) رات تک پورا کرو۔ اور جب تم انکاف میں ہو تو ان سے مباشرت نہ کرو۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، ان کے قریب نہ چمکنا۔ اس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ توقع ہے کہ وہ غلط روئے سے نہیں گئے۔“

صبح صادق کے تعین کے لیے نبی ﷺ نے یہ پیمانہ بتائی کہ جو روشنی عود میں سیدھی اوپر جائے تو وہ روشنی صبح کا ذب کی ہے اور جو روشنی افق پر پھیل جائے تو وہ صبح صادق ہے، اور یہی وقت

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۹۹ قول اللہ عزوجل اٰھلَ الْکُفْرِ لَیْسَ لَکُمُ الصَّیَّامُ الْوُفَّیُّ اِلٰی نَزْلِ الْکُفْرِ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ



ابتداءً سحر ہے جب کھانا پینا بند اور روزہ شروع ہو جاتا ہے۔<sup>(۱)</sup> انتہائے سحر کے معاملے میں منہوں اور سینوں کا تھرمو میٹر نہ کرنا چاہیے، کیونکہ نبی ﷺ نے اس میں سختی نہیں برتی اور دیر تک سحر کی کھانے کی ترغیب فرمائی۔ آپ ﷺ کا حکم سحری میں تاخیر اور افطار میں قبیل کا ہے۔<sup>(۲)</sup> اس میں آپ ﷺ نے یہاں تک رعایت رکھی کہ فرمایا: تم میں سے جو سحری کھاتے وقت فجر کی اذان سے اور اس کے ہاتھ میں کھانے کا برتن ہو تو وہ برتن نہ رکھے یہاں تک کہ اس میں سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔<sup>(۳)</sup> دوسری جگہ فرمایا کہ تم کھاتے پیتے رہا کرو جب تک عبد اللہ بن اُمّ مکتومؓ اذان نہ دیں کیونکہ بلالؓ سحر سے کچھ بھی اذان دیتے ہیں اور عبد اللہؓ صبح ہونے کے بعد اذان دیتے ہیں۔<sup>(۴)</sup> بلالؓ کے فجر سے پہلے اذان دینے کی غرض یہ تھی کہ جو لوگ تہجد پڑھ رہے ہوں وہ اب آرام کریں اور سونے والے تہجد کے لیے اٹھ جائیں۔<sup>(۵)</sup> عبد اللہ بن اُمّ مکتومؓ ناچنے سے ناچنا تو سیدہ کا حق نہیں دیکھ سکتا۔ اس لیے جب روشنی ہو جانے پر لوگ انہیں اطلاع دیتے تھے تب بھی وہ اذان دیتے تھے۔

نبی ﷺ نے سحری کھانے کی تاکید فرمائی۔ ارشاد فرمایا کہ سحری کھایا کرو کیونکہ سحری میں برکت ہوتی ہے۔<sup>(۶)</sup> دوسری جگہ فرمایا کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے کا فرق ہے (یعنی وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم سحری کھاتے ہیں)۔<sup>(۷)</sup> اور چونکہ اہل کتاب کا طریقہ اختیار کرنے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا اور ان کی مخالفت کا حکم دیا۔ اس لیے سحری کھانی چاہیے، اہل کتاب یہودیوں و عیسائیوں کی طرح اسے چھو نہ چاہیے۔ اگر کوئی سحر میں نہ جاگ سکے اور اس وقت اٹھے کہ اذانیں ہو رہی ہوں تو بھی وہ کچھ کھانی لے کر نبی ﷺ کے

(۱) صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب بیان ان دخول الصوم یحمل بطلوع الفجر، عن عبد اللہ بن مسعودؓ (۲) مؤطا امام مالک: کتاب الصلوٰۃ، باب ۵، وضع الیدین اِحدھما علی الآخری (۳) سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۱۹۶ الرجل یسمع النداء والاذان، یدعی علیہ، عن ابی ہریرۃؓ (۴) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۰۱ قول النبی ﷺ لا یمنعکم من سحورکم اذان بلالؓ، عن عائشہؓ (۵) صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب بیان ان دخول الصوم یحمل بطلوع الفجر، عن عبد اللہ بن مسعودؓ/ سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۹۵ وقت السحور، عن عبد اللہ بن مسعودؓ (۶) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۲ یرکع السحور، انش بن مالکؓ (۷) صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب فضل السحور واستحبایہ، عمرو بن العاصؓ/ سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۹۲ فی توکید السحور (۸) سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۴۸ الصلوٰۃ فی النعل، عن شداد بن اوسؓ

پیچھے بیان کردہ احادیث میں اذان کے بعد بھی صحابہؓ کو کھاتے پیتے رہنے کی اجازت دی۔ اگرچہ آج گھڑی گھنٹے اور دیگر آلات جدیدہ کے ذریعے طلع فجر کا منہوں اور سینوں کا حساب بھی بتا دیا جاتا ہے اور سائرین وغیرہ کے ذریعے سب کو مطلع بھی کر دیا جاتا ہے، لیکن پھر بھی مذکورہ احادیث میں وسعت پائی جاتی ہے۔ اس لیے اذانوں اور سائرین کے بعد بھی کچھ کھانی لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ یہ سبیل پسندی نہیں بلکہ عین اطاعت رسول ﷺ ہے۔ لیکن اگر کسی کی آنکھ صبح صادق کے بہت بعد کھلے تو پھر مجبوری ہے کہ یہ بیہ خارج از ارادہ و اختیار تھی۔ اسے بغیر سحری کھانے ہی روزہ نہ رکھنا چاہیے، لیکن افطار میں ضرور کچھ کھائیں۔ ایسا نہ کریں کہ بغیر سحری اور افطار کے دے پڑے روزے رکھے (جنہیں اصطلاح میں صوم وصال یا وصال کے روزے کہا جاتا ہے)، کیونکہ اس سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے۔<sup>(۱)</sup> جب نبی ﷺ سحری کھانے کے لیے کسی کو دعوت دیتے تو یوں فرماتے کہ برکت والے کھانے کی طرف آؤ۔<sup>(۲)</sup> صحابہ کرامؓ سحری کے کھانے کو ”فلاح“ بھی کہتے تھے۔<sup>(۳)</sup> سحری کے متعلق نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ دن کے روزے میں سحری کے کھانے سے مدد لو اور رات کے قیام (تہجد) میں مدد لو کیلئے (دوپہر کو سوتا ہے)۔<sup>(۴)</sup> فرمایا کہ مومن کے لیے کھجوریں سحری کا اچھا کھانا ہیں۔<sup>(۵)</sup>

سنن اربع (سنن ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) کی کتب الصیام میں ام المومنین حفصہؓ روایت کرتی ہیں کہ روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص رات ہی سے روزے کی نیت نہ کرے گا تو اس کا روزہ نہ ہوگا۔ مؤطا امام مالک میں اس روایت کے ساتھ ان کے بھائی عبد اللہ بن عمرؓ کا قول بھی اس مضمون کا مروی ہے۔ اس لیے بہتر ہے کہ رات کو سونے سے قبل ہی روزے کی نیت کر لی جائے کہ مبادا سحری میں آنکھ نہ کھلے۔ یہ پابندی رمضان کے فرض روزے کے لیے ہے ورنہ نفل روزے کی نیت سحری کھانے بغیر زوال کے بعد بھی کی جاسکتی ہے۔<sup>(۶)</sup> نیت میں دل یکے جانے والے ارادے کو کہتے ہیں۔ اس کے لیے کچھ مخصوص

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۲۱ الوصال ومن قال لیس فی اللیل صیام، عن انس بن مالکؓ، وغیرہ (۲) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۱۴۲، من سنی السحور الفداء، عن عریاض بن ساریہؓ (۳) سنن ابن ماجہ: کتاب افاعہ الصلوٰۃ والستۃ فیہا، باب ۱۴۲ ماجہ، فی قیام شہر رمضان، عن ابی ذرؓ (۴) ایضاً، کتاب الصیام، باب ۲۲ ماجہ، فی السحور، عن ابن عباسؓ (۵) سنن ابی داؤد بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصیام، باب بیان السحور، فصل ثالث، عن ابی ہریرۃؓ (۶) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۲۵ اذا نوى بالانهار صوما، عن سلمة بن الاکوعؓ

الفاظ ادا کرنا صحاح ستہ کی احادیث میں مروی نہیں۔ عام طور پر روزے کی نیت کے جواظ کا مشہور ہیں یعنی وَبَصُومٍ غَلِيظٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرٍ رَمَضَانَ (اور میں نے رمضان کے مہینے میں کل کے روزے کی نیت کی)، ان کی کوئی اصل نہیں۔ اور چونکہ نبی ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان الفاظ کا پڑھنا ثابت نہیں اس لیے ان کا پڑھنا بدعت ہے، اور ان کے پڑھنے پر اصرار کرنا یا اسے بہتر جانا خود کو نبی ﷺ سے زیادہ عالم گردانے کے مترادف ہے کیونکہ انہوں نے تو اس کی تعلیم نہیں فرمائی تھی۔ ایسا کرنا گستاخی رسول اور سنت نبوی کا مذاق اڑانا بھی ہے۔ دل میں روزے کا قصد کرنا ہی روزے کی نیت کے لیے کافی ہے۔ رات کو اٹھنا اور سحری کھانا، یہ سب کام روزے کی نیت کو ظاہر کرتے ہیں۔

سحری کھا کر پھر رات تک روزے کو پورا کیا جائے جیسا کہ آیت مذکورہ ماقبل میں ہے کہ  
**ثُمَّ أَتَمُّوا صِيَامَهُ لَيْلِيًا**  
 ”پھر تم رات تک روزوں کو پورا کرو۔“

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب رات آئی اور دن گیا اور سورج ڈوب گیا تو روزے کے افطار کا وقت ہو گیا (۱) امام بخاری نے تعلیقاً روایت کیا ہے کہ صحابی رسول ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس وقت افطار کیا جب سورج کی تکیہ غائب ہو گئی (۲) اختتام سحر و افطار کے لیے اذان، سازن، بھونچو، دھول تاشوں یا منادی کی آواز سننا شرط نہیں۔ جب بھی وقت ہو جائے کر لینا چاہیے۔ نبی ﷺ افطار کے لیے غلت کا حکم دیا کرتے تھے۔ فرمایا کہ لوگ ہمیشہ خیر پر ہیں گے جب تک افطار جلدی کریں گے (۳) دوسری جگہ فرمایا کہ دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ جلدی افطار کریں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ روزہ کھولنے میں دیر کیا کرتے ہیں (۴) نبی ﷺ کے جلدی افطار سے متعلق ان واضح ارشادات کے بعد ان لوگوں کے قول و عمل کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جو بخلاف فرمان رسول ﷺ سحری میں قیام اور افطار میں تاخیر کرتے

(۱) صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب وقت اقتضاء الصوم و خروج النہار، عن عمرؓ

/ صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۲۱ متى یحل فطر الصائم

(۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۲۱ متى یحل فطر الصائم (تعلیقاً)

(۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۲۸ تعجیل الافطار، عن سہل بن سعدؓ

(۴) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۱۹۸ ما یستحب من تعجیل الفطر، عن ابی ہریرہؓ

ہیں اور اسے احتیاط کا تقاضا بتا کر اس کی یہ توجیہ کرتے ہیں کہ سورج کی روشنی زمین پر آٹھ منٹ میں پہنچتی ہے اس لیے مکمل طلوع فجر بیان کردہ وقت سے آٹھ منٹ پہلے ہو چکی ہوتی ہے اور اسی طرح اصل غروب آفتاب بیان کردہ وقت کے آٹھ منٹ بعد واقع ہوتا ہے۔ ذلک قولہم باخو اہم۔ کیا یہ لوگ نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ دین کا فہم رکھتے ہیں جنہوں نے یہ بات نہ سوجی تھی۔ وہ لوگ تو سورج کی گولائی چھپتے ہی افطار کر لیا کرتے تھے جیسا کہ پیچھے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا معمول نقل کیا گیا۔ اور خود نبی ﷺ افطار میں کتنی جلدی فرماتے تھے اس کا اندازہ اس حدیث سے ہوگا: عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے اور نبی ﷺ روزے سے تھے۔ جب سورج ڈوب گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے بلال! اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! شام تو ہونے دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ! ابھی تو آپ ﷺ پر دن ہے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا کہ اترو اور ہمارے لیے ستو گھولو۔ پھر اترے اور ستو گھولا۔ نبی ﷺ نے اسے پیا اور پھر فرمایا کہ جب تم دیکھو کہ رات ادھر سے آئے تو روزہ دار افطار کر لے۔ آپ ﷺ نے انکی سے مشرق کی سمت اشارہ کیا۔ (۱) نبی ﷺ کے قول و عمل کے بعد پھر کسی کے قول و عمل کی کوئی حیثیت نہیں:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ صُلًى كَلْبًا هَيْبًا (۲)

”کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو توئی نہیں کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی معاملے

میں فیصلہ کریں تو وہ اس کا میں اپنا بھی کچھ اختیار نہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اس

کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ صریح گمراہ ہو گیا۔“

حکم ربی ہے کہ:

وَمَا أَنْتُمْ مِنَ الَّذِينَ فَعَلُوا وَمَا تَكُنْ عَنَّا كَانُوهَا وَأَتَمَّوْا اللَّهَ  
 إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ (۳)

(الفتح: ۷)

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۲۸ تعجیل الافطار / صحیح مسلم: کتاب الصیام، باب

وقت اقتضاء الصوم و خروج النہار / سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۲۹۷ وقت فطر الصائم،

بن سعدؓ

”رسول جو کچھ تمہیں دے اسے تمام لو اور جس سے وہ تمہیں منع کرے تو اس سے تم

رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ بہت شدید عذاب دینے والا ہے۔“

اللہ کے اس حکم کی تعمیل میں رسول ﷺ کے طریقے کو اختیار کرتے ہوئے جلدی افطار اور دیر تک حری کرنا چاہیے کہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَاتَّقَىٰ (الاحزاب: ۲۱)

”جو اللہ (سے) ڈرے اور آخرت (میں) محنت (میں) لگے (وہ) اس کے لیے اللہ

کے رسول (کی ہدایت) میں بہترین نمونہ ہے۔“

لیکن تعمیل کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وقت سے پہلے ہی افطار کر دیا جائے کیونکہ جس نے وقت سے پہلے افطار کیا تو اگر سبوا کیا تو اس کے ذمے صرف اسی روزے کی قضاء رکھنا واجب ہے لیکن اگر قصد اقل اور وقت افطار کیا تو قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی لازم آئے گا جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔ اس حدیث ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانے میں ہم نے ایک دن ایسے وقت میں روزہ افطار کر لیا جب بادل چھائے ہوئے تھے (اور انہوں نے گمان کیا کہ سورج غروب ہو گیا)۔ پھر ابرھل گیا اور سورج نکل آیا۔ لوگوں نے ہشام سے پوچھا تو قضاء رکھنے کا حکم ہوا۔ انہوں نے کہا کہ قضاء ضرور ہے (۱)

افطار کا وقت قبولیت دعا کا ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں کی جاتی: امام عادل، روزہ دار جب وہ افطار کرے، اور مظلوم (۲) نبی ﷺ جب افطار فرماتے تو یہ دعا کرتے:

اللَّهُمَّ لَكَ صُومْتُ وَعَلَىٰ رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ

”اے اللہ میں نے تیرے ہی لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے افطار کیا۔“ (۳)

(ہمارے یہاں کے لوگوں نے اس دعا میں افطرت، نوشکلت وغیرہ کے الفاظ بڑھا دیے ہیں جو نبی ﷺ کے طریقے میں اضافہ ہیں۔ نبی ﷺ کے قول میں کی بیشی کا کسی کو اختیار نہیں)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس طرح دعا کرتے:

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۲۹ اذا افطرت في رمضان ثم طلعت الشمس

(۲) ابن ماجہ: کتاب الصیام، باب الصیام لا تزد دعوۃ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

(۳) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۰۰ القول عند الافطار، عن معاذ بن زھرة رضی اللہ عنہ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِرَحْمَتِكَ الَّتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَغْفِرَ لِي

”اے اللہ میں تیری اسی رحمت کے ذریعے جو ہر شے پر چھائی ہوئی ہے تجھ سے سوال

کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے۔“ (۱)

نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو تم میں سے روزہ رکھنے کو چاہیے کہ کھجور سے افطار کرے، پھر اگر کھجور نہ ملے تو پانی سے کرے کہ پانی پاک کرنے والا ہے (۲) نبی ﷺ سلوٰۃ ادا کرنے سے قبل چند کھجوروں سے افطار فرماتے۔ اگر ترہ متلیں تو خشک کھجور ورنہ پانی کے چند گھونٹ پی لیا کرتے (۳) پھر یہ دعا فرماتے:

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَانْتَبَتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ

”پاس بجھ گئی اور رگیں تر ہو گئیں اور ثواب ثابت ہو گیا، انشاء اللہ۔“ (۴)

یاد رہے کہ یہ تمام دعائیں بغیر ہاتھ اٹھانے کی جائیں گی کیونکہ نبی ﷺ نے اسی طرح بلا ہاتھ اٹھائے ہی مانگی تھیں اور سنت کا تقاضا ہے کہ جس طرح نبی ﷺ نے کیا اسی طرح کیا جائے۔

روزہ افطار کرنا بھی بہت ثواب و اجر کا کام ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی کسی صائم کو افطار کرائے تو اس کو صائم کے برابر ہی ثواب ملے گا اور صائم کا اجر کم نہ ہوگا (۵) ایک

بار نبی ﷺ نے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے یہاں افطار کیا تو فرمایا: تمہارے پاس روزہ داروں نے افطار کیا، نیکو کاروں نے تمہارا کھانا کھا یا اور فرشتوں نے تمہارے لیے دعا کی (۶)

## مشاغل رمضان

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، رمضان کا مہینہ سیرت و کردار اور اخلاق و اوصاف کی تعمیر اور اصلاح کا بہترین وقت ہے، اس لیے چاہیے کہ مومنین اس زریں موقع سے فائدہ اٹھائیں اور جو کو کوتاہی ایم نوشدت میں ہوگی، اس اب کا ازاد کریں، اپنے اعمال کا محاسبہ کریں، رمضان کی مبارک ساتویں اپنے مالک کی بندگی میں صرف ہوں، زبان اللہ کے ذکر سے تر رہے:

(۱) سنن ابن ماجہ: کتاب الصیام، باب ۲۱ الصائم لا تزد دعوۃ، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ (۲) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۲ ما یطیطر علیہ رجامع ترمذی: ابواب الصوم، باب ما یستحب علی الافطار، عن سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ (۳) ایضاً، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۴) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۰۰ القول عند الافطار، عن معاذ بن زھرة رضی اللہ عنہ (۵) سنن ابن ماجہ: کتاب الصیام، باب ثواب من فطر صائماً، عن زید بن خالد الجھنی رضی اللہ عنہ (۶) ایضاً، عن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ



سُبْحَانَ اللَّهِ، اَلْحَمْدُ لِلَّهِ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ، اَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَتُؤْتِبُ إِلَيْهِ، وَغَيْرُهُ اذْكَارُ مُسْنُونٍ سے رطب اللسان رہیں۔ نبی ﷺ پر درود کی کثرت ہو، معانی و مطالب پر غور کرتے ہوئے قرآن مجید کی تلاوت بھی کی جائے، آیات بشارت پر اللہ کی رحمت طلب کی جائے اور آیات وعید پر اللہ کے عذاب سے پناہ مانگی جائے، زیادہ سے زیادہ قرآن یاد کریں، ہر موقع کی مسنون دعا و روزِ زبان رہے، فرش نمازوں کا اجتماع اہتمام پہلے سے بڑھ کر خشوع و خضوع سے ہو، ہر وقت قلب و ذہن اپنے مالک کی طرف رجوع رہیں، زیادہ سے زیادہ نوافل کا اہتمام ہو، (بالخصوص جبکہ کندرات کے نوافل سب سے افضل ہیں جن کا ذکر آگے آ رہا ہے)، حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد میں بھی کوئی کوتاہی نہ کی جائے، نظر و فکر، گوش و دل، ہر عضو بدن اللہ کی اطاعت میں لگا ہو اور حجتی الوسع اللہ کی نافرمانی سے بچا جائے، زیادہ سے زیادہ نیک اعمال کرنے کا شوق ہو، بس ایک وجہن فی لگ جائے کہ ایسا جبرے بہا حاصل کرنے کا موقع ہے۔ جس طرح تجارت پیشہ لوگ اپنی مصنوعات کے میزان میں انتہائی مصروف ہو جاتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ کمائی کے فکر کرتے ہیں، اسی طرح رمضان نیکوں اور خیر و برکت کا میزان ہے، اس لیے زیادہ سے زیادہ نیکیاں کمایے۔ اس ماہ مبارک میں ہمارے ماضی اور حال میں نمایاں فرق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ جو کام رمضان سے پہلے ہو رہے تھے بحالتِ صوم بھی حسب معمول جاری رہیں، آکھیں اسی طرح نظاروں کی متلاشی، کان اسی طرح سمتی عیاشی میں مشغول، زبان پہلے کی طرح بغفوات میں مصروف اور دل ویسے ہی دنیا میں لگن۔ ایسے شخص پر تو ”نیکی پر باد گناہ لازم“ کا محاورہ چسپاں ہونے کے بعد یہ بیان بھی کردہ وہ حدیث صادق آتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا کہ بہت سے روزے دار ایسے ہیں کہ جنہیں روزے سے سوائے بھوکا پیاسا رہنے کے کچھ نہیں ملتا۔<sup>(۱)</sup> اس لیے ضروری ہے کہ خود اصلاحی کے اس سہری موقع کو گنوا کر اس باوقار مقدس کی برکتوں سے محروم نہ رہا جائے بلکہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ کیونکہ ایک حدیث میں نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، اور اس شخص کی ناک بھی خاک آلود

(۱) دارمی، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الصوم، باب تنزیہ الصوم، فصل ثانی

ہو جس پر رمضان داخل ہوا اور چلا گیا لیکن اس کی مغفرت نہ ہوئی، اور اس کی ناک بھی خاک آلود ہو جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو بوڑھا پایا اور ان کی خدمت نے اسے جنت میں نہ پہنچایا۔<sup>(۲)</sup> اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم تحری سے بچائے، اور اس ماہ مبارک کی برکتیں حاصل کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین

## مباحات، ممنوعات و مفادات صوم

☆ اگر رات کو جنابت ہو گئی تو بھی حالت جنابت میں صوم کی رکھ کر روزہ رکھ لیں، اور صلوٰۃ الفجر سے پہلے غسل کر لیں۔<sup>(۳)</sup>

☆ جان بوجھ کر کئے گئے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔<sup>(۴)</sup>

☆ بحالت روزہ احتیام ہونے سے آنے اور بیٹنی لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔<sup>(۵)</sup>

☆ لیکن گناہ زمانہ قدیم میں ایک طرف عین طعن قاض جس میں سوراخ ہوئے سینک کے ذریعے کرایا جم کے کسی دوسرے سے سینک سے زور سے سانس کھینچ کر فاسد خون کا گلا جاتا تھا جس سے منہ میں خون بھر جاتا تھا۔ احادیث میں اس فعل کو ”تخننہ“ اور کئے کو ”تخننہ“ کہا گیا ہے۔<sup>[۱]</sup>

☆ جب کوئی روزے میں بھولے سے کچھ کھا لی تو روزے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

وہ روزہ پورا کرے کہ اسے اللہ نے کھلایا پایا۔<sup>(۲)</sup>

☆ روزے میں بے ہودہ کوئی جھوٹ اور غیبت نہ کرے کہ پھر

اللہ کو اس روزے کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔<sup>(۳)</sup>

☆ روزے میں لڑائی جھگڑے سے بچیں، اگر کوئی گالی دیں تو

(یہیں کہ ”تم مجھ سے کیا کم ہیں“ کہ صمد قرآن کا حکم ہے کہ اگر آپ دیکھ جائے اور اس کی اس گستاخانہ بات کو نہ بھلے کہ وہ بوجائیں، بلکہ برداشت کریں اور)

کہید کہ میں روزے سے ہوں، میں روزے سے ہوں۔<sup>(۴)</sup>

(۱) جامع ترمذی: ابواب الدعوات، باب (بلا عنوان) صفحہ ۱۹۷، عن ابی ہریرہؓ۔ (۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۰۱ الصائم یصوم جنباً/سنن ابن ماجہ: کتاب الصوم، باب ۱۷۷ ماجہ فی الرجل یصوم جنباً و یؤید الصیام، عن عائشہؓ۔ (۳) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۱۱ الصائم یسقی عمداً/جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب من استقاء عمداً/دارقطنی: کتاب الصیام، باب القبلة للصائم، جلد ۲، صفحہ ۱۸۳، عن ابی ہریرہؓ۔ (۴) دارقطنی ایضاً (۵) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۰۱ الصائم اذا اکل او شرب ناسیا، عن ابی ہریرہؓ۔ (۶) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۰۳ الغیبة للصائم/جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب تشدید فی الغیبة للصائم، عن ابی ہریرہؓ۔ (۷) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۰۳ الغیبة للصائم



☆ روزے میں مسواک کی جاسکتی ہے، خواہ خشک ہو یا تر و تازہ<sup>(۱)</sup>

☆ روزے کی حالت میں آنکھوں میں سرمہ لگا جا سکتا ہے۔<sup>(۲)</sup>

☆ بخاری نے چار معلق روایات میں صحابہ و تابعین کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں جن کے مطابق روزے دار کے لیے حیض میں غوطے لگانا، غسل کرنا، کپڑا بھگو کر بدن پر ڈالنا، جسم کو ٹھنڈا کرنا، تیل لگانا، کنگھی کرنا، تحوک لگانا، کلی کرنا، سب جائز ہے۔ اور وضو کے دوران ناک میں پانی چڑھاتے وقت اگر پانی حلق میں آجائے اور لگا نہ جائے (اور بالا خرچہ تر جائے) تو روزہ نہ ٹوٹے گا۔ اسی طرح اگر حلق میں کبھی چلی جائے، بھول کر جماع کر لے تو بھی روزہ نہیں جاتا۔ اگر حلق تک نہ پہنچے تو محالیت صوم ناک میں دوا ڈالی جا سکتی ہے<sup>(۳)</sup>

☆ صائم کو دوران وضو ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ نہیں کرنا چاہیے۔<sup>(۴)</sup>

(یعنی خوب پانی نہ چڑھائے بلکہ بکا سا چھالے)

☆ حیض آنے پر روزہ ٹوٹ جائے گا۔ بعد میں قضا بھی رکھنی پڑے گی۔<sup>(۵)</sup>

☆ بچوں کو روزہ رکھوایا جا سکتا ہے تاکہ ان میں دینی جذبہ اور عبادت کا شوق پیدا ہو۔ صحابہؓ بھی اپنے بچوں کو روزے رکھواتے تھے۔<sup>(۶)</sup> لیکن اس کے لیے روزہ کشائی کی تقریبات منعقد کرنا احادیث صحاح سے ثابت نہیں۔ روزے داروں کا روزہ افطار کرنا بڑی فضیلت کا کام ہے اور صحابہؓ ایک دوسرے کا افطار کراتے تھے اور خود نبیؐ نے بھی دوسرے صحابہؓ کے ہمراہ دوسروں کے یہاں افطار کیا ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کی گئی احادیث سے ثابت ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں افطار پارٹی اور روزہ کشائی کے نام سے منعقد کی جانے والی تقریبات نمود و نمائش، ریاکاری، تصویر کشی و دیگر خرافات کا مجموعہ بن

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۱ اسواک الطرب والیابس للصائم (تعلیقاً) / سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۰۲ عن عامر بن ربیعۃؓ، (۲) سنن ابی داؤد: کتاب الصوم، باب ۲۰۹ فی الکحل عند النوم، عن انس بن مالکؓ، / صحیح بخاری تعلیقاً، کتاب الصوم، باب ۱۱۲ قول النبیؐ اذا تروضا، فلیستشقی۔ (۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۰۹ اغتسال الصائم، باب ۱۱۱ الصائم اذا اکل او شرب ناسیا، باب ۱۱۱ اسواک الطرب والیابس للصائم، باب ۱۱۲ اقوال النبیؐ اذا تروضا، فلیستشقی۔ (۴) جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب کراہیۃ مبالغۃ الاستنشاق للصائم، عن لقیط بن صبرہؓ، (۵) ایضاً، باب قضاء الحائض الصیام دون المصلوۃ، عن عائشہؓ، (۶) صحیح بخاری تعلیقاً، کتاب الصوم، باب ۱۲۳ صوم الصبیان

جانے کی وجہ سے بالکل ناجائز نہ بنی ہیں جن میں شرکت بھی مؤمنین صالحین کو زیارت نہیں۔

☆ روزے دار کے سامنے کچھ کھایا پیا جائے (اور وہ مہر کرے) تو فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں<sup>(۱)</sup>

## قضاء و کفارہ صوم

سورۃ البقرۃ کی آیات صوم میں جہاں اللہ نے مریض و مسافر کو رخصت دی ہے وہیں فِجْلۃً شَرِیۃً لِّکِیۡ لَّکُمۡ اُحْکَمُ کہہ کر بھی واضح کر دیا کہ یہ روزے ان پر معاف نہیں ہوئے بلکہ دوسرے دنوں میں رکھنے ہیں، یعنی مسافر سفر سے واپس آ کر اپنے مقام پر اور مریض مرض سے صحت پا کر یہ روزے رکھے گا۔ اس طرح ایک فرض کو اس کے مقررہ وقت کے علاوہ بعد میں کسی وقت ادا کرنے کو قضاء کرنا کہتے ہیں۔ مریض و مسافر کے علاوہ جن لوگوں کو مخصوص حالات میں روزے کی رخصت دی گئی ہے، جس کا بیان پیچھے گزر چکا ہے، وہ بھی ان مخصوص حالات کے گزر جانے پر روزے کی قضاء رکھیں گے، مثلاً حائضہ حیض سے اور ناسہ نفاس سے پاک ہو کر، حاملہ وضع حمل کے بعد، مرضہ رضاعت سے فارغ ہو کر، یہ روزے پورے کریں۔ البتہ شرع میں یہ آسانی ہے کہ یہ قضاء، روزے آئندہ رمضان تک دیرمیان عرصے میں کبھی بھی رکھے جا سکتے ہیں۔ عائشہؓ نے رمضان کے قضا شدہ روزے دن میں گزر جانے کے بعد ماہِ شعبان میں رکھے تھے کہ نبیؐ کی خدمت میں مشغول رہنے کے سبب وقت نہ ملتا تھا۔<sup>(۲)</sup> قضاء روزے مسلسل لگاتار یا وقفے سے چھوڑ چھوڑ کر دونوں طرح سے رکھے جا سکتے ہیں کہ اس باب میں صحابہؓ کے دونوں طرح کے اقوال ملتے ہیں۔<sup>(۳)</sup>

بغیر کسی قوی عذر یعنی بیماری وغیرہ کے روزہ نہیں توڑنا چاہیے، اور مرض وغیرہ میں بھی جب تک اضطراری کیفیت نہ ہو، البتہ جب جان پر ہی بن جائے جب ہی روزہ توڑا جا سکتا ہے کہ اس حالت میں تو حرام بھی بقدر بقائے حال جان ہو جاتا ہے۔<sup>(۴)</sup> ورنہ چھوٹے موٹے عذر پر روزہ نہ توڑنا چاہیے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جس نے بغیر کسی بیماری یا رخصت کے

(۱) جامع ترمذی: ابواب الصوم، باب فضل الصائم اذا اکل عنده، عن ابی لیلیٰؓ، (۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۲ متی یقضی قضاء رمضان، عن عائشہؓ، (۳) مؤطا امام مالک: کتاب الصوم، باب ۱۱، قضاء رمضان والکفارات (۴) البقرۃ: ۱۸۳، / المائدہ: ۳

۲۵

کرے، اور اپنے خاوند کو اٹھائے۔ اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے<sup>(۱)</sup> اس سے اگلی روایت میں ہے کہ ان دونوں مردوں کو زکریٰ اور زکرات میں لکھا جائے۔ زکریٰ اور زکرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ فِي الزَّكَاةِ أَكْثَرُ لَكُمْ مَعَهُمْ وَكَأَنَّهُمْ أَكْثَرُ عِلْمًا (الاحزاب: ۵۶)

”..... کثرت سے ذکر کرنے والوں اور ذکر کرنے والیوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔“

عام دنوں میں جب قیام اللیل کی یہ فضیلت ہے تو رمضان میں اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کی کتنی فضیلت ہوگی جب ہر عمل کا اجر ستر گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ رمضان کی راتوں میں کھڑے ہو کر نوافل پڑھنے کو اصطلاحاً تراویح کہا جاتا ہے۔ احادیث صحاح میں اس صلوٰۃ کو یہ نام نہیں دیا گیا بلکہ قیام رمضان ہی کہا گیا ہے۔ اس صلوٰۃ کی بڑی فضیلت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان وہ مہینہ ہے کہ جس کے صوم کو اللہ نے تم پر فرض کیا ہے اور اس کے قیام کو میں نے تمہارے لیے سنت ٹھہرایا ہے۔ پس جو ایمان و احتساب کے ساتھ اس کا صوم رکھے اور قیام کرے تو وہ گناہوں سے ایسا نکل جائے گا جیسے اس دن تھا جب اس کی ماں نے اس کو جنم دیا تھا<sup>(۲)</sup> خصوصی انداز میں اس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ رمضان میں قیام کیا اس کے بچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔<sup>(۳)</sup>

زید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھ کو چٹوں یا ٹائٹ کا ایک جھرو بنایا اور اس میں کئی رات صلوٰۃ ادا کی، یہاں تک کہ آپ کے پیچھے بہت سے لوگ بھی پڑھنے لگے۔ ایک رات بہت لوگ آئے لیکن آپ ﷺ باہر نہیں نکلے۔ کوئی آواز نہ پا کر لوگ سمجھ کر شاید آپ ﷺ سو گئے۔ بعض نے کھارا، آوازیں بلند کیں، اور دروازے پر کنگریاں ماریں تاکہ آپ ﷺ باہر نکلیں۔ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے وہ چیز جو تمہارے ساتھ رہی ہے دیکھی ہے (یعنی صلوٰۃ) اور ڈرا کہ یہ صلوٰۃ بھی تم پر کہیں

(۱) سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۵۹ قیام اللیل، عن ابی ہریرۃؓ (۲) سنن ابن ماجہ: کتاب إقامة الصلوٰۃ السنۃ فیہا، باب ۱۴۲ ماجۃ فی قیام شہر رمضان، عن ابی سلمۃ بن عبدالرحمنؓ (۳) صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب ۲۸ تطوع قیام رمضان من الایمان / کتاب الصوم، باب ۱۲۵۳ افضل من قام رمضان، عن ابی ہریرۃؓ

فرض نہ کر دی جائے۔ اور اگر فرض ہو جائی تو تم اس کو ادا نہ کرتے۔ پس تم اپنے گھروں میں اس صلوٰۃ کو ادا کرو۔ آدمی کی بہترین صلوٰۃ اس کے گھر کی ہے سو اسے فرض صلوٰۃ کے۔<sup>(۱)</sup> یہ واقعہ رمضان میں پیش آیا۔<sup>(۲)</sup> ایک دوسری روایت میں ہے کہ رمضان میں آپ ﷺ نے کسی رات ہمارے ساتھ (جماعت) قیام نہیں کیا مگر جب آخری سات راتیں رہ گئیں۔ تیسویں شب کو آپ ﷺ نے تمہاری رات تک قیام کیا۔ پچیسویں کو نصف شب تک قیام کیا۔ صحابہؓ نے اور زیادہ کی تمہاری تو فرمایا کہ امام کے ساتھ قیام سے فارغ ہونے پر ساری رات قیام کا ثواب ملتا ہے۔ ستائیسویں شب کو آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو اور مردوں و عورتوں کو جمع کیا اور اتنی دیر تک قیام کیا (یعنی اتنے زیادہ نفل پڑھائے) کہ صحابہؓ کو اندیشہ ہوا کہ سحری کھانے کا وقت نہیں بچے گا پھر پکاری مینے آپ ﷺ نے (جماعت) قیام نہیں کیا۔<sup>(۳)</sup> ابوبکرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بغیر اس بات کے کہ عزیمت کے ساتھ (تاکیدی) حکم کریں، قیام رمضان کی ترغیب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ قیام رمضان کیا تو اس کے بچھلے گناہ معاف کر دیے گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے اور اسی طرح ہوتا رہا۔ ابوبکرؓ کے دور خلافت میں بھی ایسا ہی رہا اور عمرؓ کی خلافت کے شروع دور میں بھی نبی پیر اقتدار (یعنی جس کا بتنا یا قیام رمضان کیا)۔<sup>(۴)</sup>

عبدالرحمن بن عبدالقاریؓ روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ عمرؓ کے ساتھ رمضان کی رات میں مسجد گئے تو دیکھا کہ لوگ متفرق ہو کر صلوٰۃ ادا کر رہے تھے۔ کہیں کوئی اکیلا یا پڑھ رہا تھا اور کہیں کسی کے پیچھے جماعت تھی۔ عمرؓ نے کہا، ”میں سمجھتا ہوں کہ اگر میں ان سب کو ایک ہی قاری کے پیچھے اکٹھا کر دوں تو اچھا رہے گا۔“ پھر انہوں نے اس کا عزم کر لیا اور ان سب کو ابی بن لعبؓ کے پیچھے جمع کر دیا۔ عبدالرحمنؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں ایک رات جوان کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ سب اپنے قاری کے پیچھے صلوٰۃ ادا

(۱) صحیح مسلم: کتاب صلوٰۃ المسافرين و قصرها، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ، عن زید بن ثابتؓ (۲) سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۶۱ فی قیام شہر رمضان، عن ابی ذرؓ (۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۵۳ افضل من قام رمضان عن عائشہؓ / سنن ابی داؤد: کتاب الصلوٰۃ، باب ۲۶۱ فی قیام شہر رمضان، عن ابی ذرؓ (۴) صحیح مسلم: کتاب صلوٰۃ المسافرين و قصرها، باب الترغیب فی قیام رمضان وحوال الترویج، عن ابی ہریرۃؓ



کر رہے تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ نغمۃ البُذْعۃ (اچھی اجراء) ہوئی۔ رات کا وہ حصہ جس میں تم سوتے رہتے ہو وہ اس سے افضل ہے جس میں تم قیام کرتے ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ رات کے آخری حصے میں قیام ہو لیکن لوگ اس کے اوّل حصے میں ہی قیام کر لیتے تھے<sup>(۱)</sup>

حدیث کے الفاظ ہمارے ہیں کہ عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں جماعت کے ساتھ اوّل شب میں تراویح نہیں پڑھتے تھے بلکہ آخر شب میں گھر میں قیام لیل فرماتے تھے کیونکہ اگر وہ مسجد میں باجماعت تراویح پڑھتے ہوئے تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی کھڑے ہوتے اور باہر سے آ کر انہیں تراویح میں مشغول نہ دیکھتے۔ دوسری بات یہ کہ عمر رضی اللہ عنہ نے آخری شب کے قیام کو اوّل شب کے قیام سے افضل قرار دیا۔ انہوں نے قیام رمضان کی جماعت کو نغمۃ البُذْعۃ اس لیے کہا کہ پہلی والی صورت یعنی متفرق ٹکڑوں میں صلّوۃ ادا کرنا موقوف ہوگئی اور ایک امام کے پیچھے سب کا جمع ہونا شروع ہو گیا جو تہجد ہو گیا تھا، اور وہ لوگ جو صلّوۃ العشاء کے بعد گھر جا کر سو جاتے تھے وہ بھی قیام لیل کی سعادت میں شریک ہونے لگے۔ نغمۃ البُذْعۃ سے ”بدعتِ حسّہ“ یا ”اچھی نئی بات“ کے معنی لینا درست نہیں کیونکہ قیام رمضان کی جماعت ایک امام کے پیچھے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی تین رات کرنا ثابت ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ کا لعل ”بدعت“ نہ تھا بلکہ یہ عین اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اجراء و احیاء تھا۔ اس سنت یعنی قیام باجماعت کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی اس خوف کے سبب موقوف کر دیا تھا کہ کہیں یہ لوگوں کے شوق کے سبب فرض نہ ہو جائے، اور اسے گھروں میں ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو سالہ مختصر دور خلافت میں اسی طرح ہوتا رہا۔ اب جب کہ شریعت مکمل ہو چکی تھی اور کوئی چیز اب نہ فرض ہو سکتی تھی نہ منسوخ، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم موجود نہ تھے جن کے ذریعے ہی کسی حکم شریعت کا نفاذ ہوتا تھا، اس لیے عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اشتیاق اور متفرق عمل کو دیکھتے ہوئے اتفاق پیدا کرنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موقوف شدہ باجماعت قیام لیل کی سنت کو دوبارہ جاری کر دیا۔ انہوں نے اس طرح کر کے دین میں ہرگز کوئی نیا طریقہ جاری نہیں کیا۔ اور وہ ایسا کر بھی کیسے سکتے تھے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اور دین میں نئے طریقے ایجاد کرنے کی شاعت و خرابی، گنہگار و مزابا بازان نبوت سے سن چکے تھے۔ اور

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۵۴ فضل من قام رمضان، عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

دین میں ان کے بڑھے ہوئے علم و فہم کی تو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی گواہی دی<sup>(۲)</sup> اور بغرض محال وہ ایسا کرتے تھے مگر عالم و فقیہ صحابہ رضی اللہ عنہم کب انہیں ایسا کرنے دیتے۔

صحیح مسلم میں زید بن ثابت اور صحیح بخاری میں عمر رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ تراویح کی صلّوۃ اپنے گھر میں پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے۔ اگر حجّ العتیدہ، پابند سنت حافظ و قاری میسر آ جائے تو مسجد میں جماعت سے بھی پڑھنا چاہیے کہ اس میں جماعت کی منفعت بھی حاصل ہو جائے گی۔ مروجہ مسالک کے بدعتیہ اور اجرت کے طالب حفاظ کے پیچھے تراویح پڑھنا صحیح العتیدہ مومنین کو بڑا نہیں۔ جس شخص پر کفر یہ شریک عقائد رکھنے کی وجہ سے نماز فرض نہیں ہو تو پھر اس کے پیچھے حجّ العتیدہ مومنین کیسے تراویح پڑھ سکتے ہیں۔ اس پر مستزاد اجرت کا لینا بھی ہے جو از روئے قرآن و حدیث سراسر ناجائز و حرام ہے۔

### تراویح کی تعداد

تراویح ثقل ہے اور ثقلوں کی تعداد مقرر کرنا صحیح نہیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تعین نہ فرمایا ہو۔ اپنی سہولت، رغبت و شوق کے مطابق جتنے چاہیں تو نافل ادا کیے جائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کی کوئی تعداد مقرر نہیں کی۔ تراویح بھی قیام لیل ہی ہے، اس لیے اس کی رکعتیں بھی صلّوۃ اللیل کے مطابق ادا کریں، اور ان کی تعداد مختلف روایات میں مختلف آئی ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ رمضان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات میں) کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ ان کی خوبی اور طول کا گیارہ پوچھتا۔ پھر چار پڑھتے اور ان کی خوبی اور درازی کا کیا کہنا۔ پھر تین رکعتیں پڑھتے تھے۔<sup>(۳)</sup>

مذکورہ بالا حدیث عائشہ سے آٹھ تراویح اور تین و تراکب ثابت ملتا ہے۔ اُن ہی سے دوسری روایات میں یہ تعداد کم یا زیادہ بھی منقول ہے۔ مسروق رضی اللہ عنہ تابعی نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صلّوۃ اللیل کے متعلق پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ فجر کی دو رکعتوں کے علاوہ کسی سات (بشمول نو اور بھی گیارہ)<sup>(۴)</sup> کا قسم نہیں دے سکتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی

(۱) صحیح بخاری: کتاب المتابعین، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ، حدیث ۴۸۸، ۴۸۹ (۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۵۴ فضل من قام رمضان (۳) صحیح بخاری: کتاب التہجد، باب ۲۲ کیف الصلّوۃ اللیل۔



صلوٰۃ دس رکعت تھی، ایک رکعت وتر کی اور دو رکعتیں فجر کی۔ یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں<sup>(۱)</sup> مختلف مسالک سے واپس لوگ کبدا کرتے ہیں کہ یہ توجہ کی نماز کا ذکر ہے اور تراویح علیحدہ چیز ہے۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا، تراویح اور تہجد دونوں قیام اللیل ہیں اور رمضان وغیرہ رمضان میں نبی ﷺ کا یہاں معمول تھا، جیسا کہ اوپر حدیث میں بیان ہوا۔

یزید بن رومان رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان میں لوگ تینس رکعتیں پڑھتے تھے<sup>(۲)</sup>۔ مساب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور حماد بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کو گیارہ رکعتیں پڑھانے کو کہا۔ امام ایک رکعت میں سو سواتیں پڑھتا، یہاں تک کہ ہم ٹکڑی پر سہارا لگاتے، اور ہم فجر کے قریب ہی فارغ ہوتے تھے<sup>(۳)</sup>۔ عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کے والد بتاتے تھے کہ ہم تراویح سے فارغ ہونے کے بعد فجر ہونے کے ڈر سے کھانے کے لیے خادموں سے ہلدی کرتے<sup>(۴)</sup>۔ اعرج کہتے ہیں کہ رمضان میں قاری سورۃ البقرۃ آٹھ رکعتوں میں پڑھتا تھا۔ جب بارہ میں پڑھتا تو لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ اس نے تخفیف کی (کیونکہ اس طرح قیام چھوٹے ہو جاتے تھے)<sup>(۵)</sup>۔ قیام اللیل میں طویل قیام کو نبی ﷺ نے تو قراؤن فعلاً بہت ہی پسندیدہ قرار دیا ہے اور درج بالا احادیث سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام اس سنت رسول کی پوری طرح اتباع کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اُن کے نقش قدم کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

الغرض، مندرجہ بالا احادیث سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قیام رمضان میں رکعتوں کی مختلف تعداد ثابت ہوتی ہے۔ لہذا تراویح کی کوئی تعداد مقرر نہیں کرنی چاہیے بلکہ آٹھ، دس، بارہ، بیس یا زیادہ، جتنی ہمت اور شوق اجازت دے پڑھ لینی چاہئیں۔ سجدہ میں باجماعت تراویح پڑھنے کے بعد رات کو گھر میں انفرادی قیام اللیل کا موقع بھی ضائع نہ کریں کہ یہ زیادہ افضل ہے جیسے پیچھے عمر رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا گیا۔

بعض لوگ آٹھ رکعتیں پڑھنے کو خواہش نفس کہتے ہیں اور انہیں تہجد کی نماز کہہ کر تراویح سے جدا کر دیتے ہیں، جبکہ دوسرے لوگ انہی آٹھ کو تراویح کی مسنون تعداد کہتے ہیں اور اس

(۱) صحیح بخاری: کتاب التہجد، باب ۲۴: کیف الصلوۃ اللیل۔

صحیح مسلم: کتاب صلوۃ المسافرین و قصرها، باب صلوۃ اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ۔

(۲) مؤطا امام مالک: کتاب الصلوۃ، باب قیام رمضان (۲) ایضاً (۲) ایضاً (۵) ایضاً

سے زیادہ کے انکاری ہیں۔ یہ دونوں قسم کے لوگ افراط و تفریط اور مسلکی تشدد کا شکار ہیں۔ جیسا کہ پہلے بتایا گیا، تراویح اور تہجد دونوں ایک ہی صلوٰۃ ہیں جن کے لیے احادیث میں ”قیام اللیل“ کا لفظ آیا ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تراویح کو لوگ عشاء کے ساتھ ہی اوّل شب میں ادا کر لیتے ہیں (جسے غرض شب میں ادا کرنا چاہتے تھے) اور تہجد کو آخر شب میں۔ اب جیسا جس کا ذکر اوپر ہمت و وسعت ہو سواں تہجد وہ رمضان میں قیام اللیل کرے۔ غرضیکہ نہ تو آٹھ رکعتیں پڑھنا خواہش نفس ہے اور نہ آٹھ سے زیادہ پڑھنا خلاف سنت۔ ہر دو عمل سنت ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عمل اتنا کر جتنے کی طاقت ہو<sup>(۱)</sup>۔ نیز فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنی خوشی کے موافق صلوٰۃ ادا کرے۔ پھر جب ست ہو جائے یا تحک رہے تو چاہیے کہ بیٹھ رہے<sup>(۲)</sup>۔

### تسبیح تراویح

احادیث صحاح میں ابی کوئی روایت نہیں ملتی جس سے نبی ﷺ کا تراویح کے نوافل کے وقفے میں مخصوص الفاظ کے ساتھ ذکر ثابت ہو۔ تاہم صحیحین کی کتاب الطہارہ میں عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی ﷺ ہر وقت اللہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ اس لیے نبی ﷺ اس وقفے میں بھی کوئی نہ کوئی ذکر ضرور فرماتے ہوں گے۔ بخاری اور ترمذی کی کتاب الدعوات و استعاذہ میں بہت سے اذکار مسنونہ روایت کیے گئے ہیں مثلاً سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ رَحْمٰی لَا اَشْرُکَ لَهُ شَيْئًا، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ عَدَدُ خَلْقِهِ وَرِضَىٰ نَفْسِهِ وَزَنَةَ عَرْشِهِ وَمِزَادَ كَلِمَتِهِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، وغیرہ، لیکن اس موقع کا کوئی مخصوص ذکر منقول نہیں۔ اس لیے اس وقفے میں کوئی بھی ذکر کر لیا جائے۔ اس موقع کے لیے ”تسبیح تراویح“ کے نام سے جو ذکر بتایا جاتا ہے اور زمانہ رمضان میں جس کی تہجد بھی کی جاتی ہے یعنی:

(۱) صحیح بخاری: کتاب التہجد، باب ۳۲: ما یکن من التشدید فی العبادۃ، عن عائشہ رضی اللہ عنہا۔

صحیح مسلم: کتاب صلوۃ المسافرین و قصرها، باب فضیلة العمل الدائم، عن انس بن مالک۔

سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْهِبَةِ وَالْقُدْرَةِ  
وَالْكِبَرِيَّاءِ وَالْجَبَرُوتِ سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَنَامُ وَلَا يَمُوتُ سُبْحَانَ  
قُدُّوسٍ وَدَيَّانٍ رَبِّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ اللَّهُمَّ اجْزَأْنَا مِنَ النَّارِ يَا مُجِيبُ يَا مُجِيبُ  
تو جانتا چاہیے کہ صحیح احادیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ صاحب مشکوٰۃ نے تیسرے اور  
چوتھے درجہ کی کتب احادیث کی روایتیں بھی اپنی کتاب میں نقل کی ہیں، لیکن انہوں نے بھی  
اس کو نقل نہیں کیا۔ لہذا یہ ذکر مسنون نہیں۔ یعنی اس ذکر کے بہت اچھے ہیں لیکن اسے سنت  
جانب کار لازم کر لینا اور نہ پڑھنے کو برا جانا درست نہیں۔

## تراویح سے متعلق غلط باتیں

لوگوں میں ختم قرآن یعنی ماہ رمضان میں پورا قرآن سننے سے متعلق کچھ غلط فہمی بھی پائی  
جاتی ہے۔ یہ لوگ اسے لازم سمجھ لیتے ہیں۔ اسی غلط تصور کے تحت تاجر پیشہ اور سہل پسند لوگ  
جو پورے مہینے قیام اللیل کی مشقت برداشت نہیں کر سکتے، کسی حافظ کے پیچھے تین چار دن  
میں قرآن پورا کر کے باقی مہینے کے لیے ”فارغ“ ہو جاتے ہیں۔ اس طرح تین چار دن  
میں قرآن ختم کرانے کو ”شینہ“ کا نام دیا جاتا ہے جس کی خوب تشہیر بھی کی جاتی ہے کہ حافظ  
فلاں، خلف فلاں، شاگرد فلاں، اتنے وقت میں فلاں جگہ شینہ پڑھا لیں گے..... اور اس  
شینہ میں ہوتا کیا ہے؟ حافظ صاحب طوفانی رقرار سے ایک ایک رکعت میں آدھا آدھا پارہ  
پڑھ جاتے ہیں جس میں عام لوگوں کا تو کہنا ہی کیا، خود سامع حافظ کو بھی نہیں پتہ چل پاتا کہ  
موصوف نے کیا پڑھا، یہ جناب قرآن کی یہ اہمیت بھی پڑھتے ہیں اور سامعین اس کو سنتے ہیں کہ:

وَرَبِّ الْقُرْآنِ تَرْتِيلًا ﴿۱۰﴾ (النمل: ۱۰)

”اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔“

لیکن انہوں نے نہ پڑھنے والے کو اس کے معنی معلوم اور نہ سننے والے کو! یا اگر جانتے ہیں تو  
انہیں نہ تو اس کی اہمیت کا کوئی احساس ہے اور نہ قرآن کی عظمت کا نہ اس طرح حکم ربانی  
کی بے حرمتی نہ کی جاتی! لوگ محض ایک ذمہ داری بھٹانے یا بوجھانے کے خیال ہی سے  
جبراً کھڑے رہتے ہیں۔ بہت سے تو بیٹھے رہتے ہیں کہ رکوع میں شامل ہو جائیں گے۔ بعض

جگہ تو ایک دو رات میں بھی قرآن ختم کیا جاتا ہے جس میں حافظ موصوف کی رفتار اور بھی  
زیادہ ہوتی ہے۔ حالانکہ محمد ﷺ نے تو بہت زیادہ قرآن پڑھنے والے صحابی عبداللہ بن عمرو  
بن العاصؓ کو بھی تین دن سے کم میں قرآن ختم کرنے کی اجازت نہیں دی۔<sup>(۱)</sup> نبی ﷺ  
ہر رات میں جبریل علیہ السلام کو قرآن سناتے تھے۔<sup>(۲)</sup> احادیث صحاح میں اس کا کوئی ذکر نہیں  
کہ جن تین دنوں میں آپ ﷺ نے تراویح پڑھائی آپ ﷺ نے مکمل قرآن ختم کیا۔  
صحابہ ﷺ بھی قرآن پڑھاتے تھے، اگرچہ ان احادیث میں ان سے بھی ختم قرآن کا کوئی  
ذکر نہیں ملتا، تاہم یہ امر مستحب ہے کہ پورے رمضان میں قرآن ختم کر لیا جائے۔ جسے مکمل  
یاد ہو وہ تو انفرادی واجتماعی دونوں قیام اللیل کرے، اور جسے یاد نہ ہو تو وہ اس حافظ کے پیچھے  
کھڑے ہو کر سن لے اور بتا کر قرآن یاد ہو تو وہ انفرادی قیام اللیل میں پڑھے۔ یہ عمل روزانہ  
کا ہے، پورے مہینے کرنا ہے۔ صرف ایک دو دن میں ختم کر کے جان چھڑانے والی بات تو  
قرآن کریم کے ساتھ صریح مذاق ہے! العیاذ باللہ!

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ حافظ لوگ بیس بیس دن تراویح پڑھا کر ختم قرآن کی تقریب میں  
بولوں میں پانی پریچونگیں مار کر (جسکے کالے پینے کی چیزوں پر چوبک مارنا تو منوع ہے)، ہار پھول پہن  
کر پیسے جوڑے لے لیتے ہیں اور اگلی رات سے وہ بیان کی جگہ کوئی اور صاحب الکھوکھیّت  
سے تراویح پڑھاتے ہیں یعنی قرآن کی آخری دس مختصر سورتوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے  
قیام کر کے خانہ پری کی جاتی ہے حالانکہ سورتوں کی کوئی قید نہیں ہے۔ اللہ کی اجازت ہے کہ

قَافِرُوهُمَا يَكُونُ الْقُرْآنُ (النمل: ۱۰)

”قرآن میں سے جو تم آسانی سے پڑھ سکو پڑھ لو۔“

نبی ﷺ نے الامون کو فرض صلوٰۃ میں تخفیف یعنی ہلکی نماز پڑھانے کا حکم دیا<sup>(۳)</sup> لیکن باقی کے  
لیے بتایا کہ افضل نماز وہ ہے جس میں طویل قیام ہو۔<sup>(۴)</sup>

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۱، الصوم یوم و افطار یوم، عن عبد اللہ بن عمرو بن  
العاصؓ (۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۹، اجزء ما کان النبی ﷺ یفعل فی رمضان،  
عن عبد اللہ بن عباسؓ (۳) صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب ۲۵۱، تخفیف الامام فی القيام  
عن ابی مسعود انصاریؓ (۴) صحیح مسلم: کتاب صلوٰۃ المسافرين و قصرھا، باب صلوٰۃ  
اللیل و عدد رکعات النبی ﷺ، عن جابر بن عبد اللہؓ

شب قدر سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ”القدر“ کے عنوان سے ایک مکمل سورہ نازل کی ہے جس میں مالک ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ قَدْرٌ مِّنَ اللَّيْلِ مَقْشُورَةٌ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمَةٍ سَاجِدٌ لِّهٖ فَتُخَالَفُ وَنَعَىٰ فَمَلِكُ الْغَيْبِ

”ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں نازل کیا۔ اور (اے نبی ﷺ) آپ کیا جانیں کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے جس میں فرشتے اور روح القدس (جبریل علیہ السلام) اپنے رب کے حکم سے ہر امر کے ساتھ آتے ہیں۔ یہ (رات) طلوع فجر تک (سراپا) سلاقتی ہے۔“

اگر ہر مہینے کی تیس راتیں فرض کی جائیں تو ہزار مہینے کی تیس ہزار راتیں ہوں گی، اور تراسی سال چار مہینے ہوں گے۔ اس طرح اس ایک رات کی عبادت میں ہزار راتوں یا تراسی سال چار مہینوں کی عبادت سے افضل ہوئی۔ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ رات کس قدر مبارک ہوگی جو تیس ہزار راتوں یا تراسی سال چار مہینوں سے افضل ہو۔ اس رات کو اللہ نے لیلۃ القدر کے ساتھ لیلہ مبارکہ بھی کہا ہے:

لَحْدُهُ وَالْكِتَابُ الْمُبِينُ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَإِنَّا كُنَّا مِنْ دُونِهِ مُنْتَذِرِينَ فَبِهِ الْبُرْقَانِ أَفْمُحَمَّدٌ عَبْدُ اللَّهِ أَتَانَا الْإِنَّا كُنَّا مُبِيرِينَ رَحْمَةً مِّنَ رَبِّكَ إِنَّهُ هُوَ الْكَلِيمُ الْعَلِيمُ (الفجر: ۱ تا ۵)

”فجر“ اس کتاب پر روشنی کی قسم کہ ہم نے اس کو ایک مبارک رات میں نازل فرمایا۔ ہم تو (برہنہ دہی کے انجام سے) ڈرانے والے ہیں۔ اسی رات میں ہمارے یہاں سے ہر معاملے کا حکیمانہ فیصلہ صادر کیا جاتا ہے، بیشک ہم ہی رسول بھیجے والے تھے۔ (یہ) تمہارے رب کی رحمت ہے۔ وہ دوشنبہ والا جسٹس والا ہے۔“

پچھتے بتایا جا چکا ہے کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا، اس لیے لیلۃ القدر اور لیلہ مبارکہ دونوں رمضان کی ایک ہی رات کے نام ہیں۔ احادیث میں وضاحت کی گئی ہے کہ رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر ہے، لہذا شعبان کی چند راتوں میں شب کو لیلہ مبارکہ کہنا قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

لیلۃ القدر کی فضیلت میں حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: جس نے ایمان و احتساب کے ساتھ لیلۃ القدر میں قیام کیا، اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیے گئے۔<sup>(۱)</sup> یہ مبارک شب رمضان کی راتوں میں سے ایک رات ہوتی ہے۔ نبی ﷺ کو اس رات کی جستجو رہتی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پہلے آپ ﷺ اس رات کے لیے ہر سال رمضان کے درمیانی دس دنوں کا اعتکاف فرماتے، یعنی تمام مصروفیات و مشاغل سے کنارہ کش ہو کر یکسوئی کے ساتھ اسی ایک کام کے لیے مسجد میں محصور ہو جاتے۔ ایک دفعہ نبیوں تاریخ کو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا کہ یہ رات مجھے دکھلا دی گئی تھی، لیکن پھر بھلا دی گئی۔ پس تم اس کے لیے رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں جستجو کرو۔<sup>(۲)</sup> اس کے بعد پھر آپ ﷺ اس رات کے لیے رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے۔<sup>(۳)</sup> اور جب یہ عشرہ آتا تو آپ ﷺ عبادت میں شدت اختیار کرتے، اپنی کمرس لینے، خود بھی راتوں کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے۔<sup>(۴)</sup> صحیح بخاری کی دوسری روایات میں نبی ﷺ سے بیسیوں، ستائیسویں اور انیسویں شب کے متعلق احادیث نقل کی گئی ہیں۔ اسی طرح سنن اربع اور صحیح مسلم کی روایات میں ان راتوں اور انیسویں شب کے متعلق بھی احادیث رسول و آثار صحابہ نقل کیے گئے ہیں۔ تاہم نبی ﷺ کے آخری عشرے میں عبادت میں زیادتی و محنت اور پورے عشرے کے اعتکاف کو نظر میں رکھتے ہوئے پورے عشرے کی دس راتوں اور خاص کر طاق راتوں میں خوب عبادت کی جانی چاہیے اور کسی ایک رات کو عبادت کے لیے مخصوص نہ کیا جائے کہ کبھی سنت رسول ﷺ ہے۔

شب قدر کی تلاش کے یہی معنی ہیں کہ رات کو اللہ کے حضور قیام و تقویٰ و رکوع و سجود، تلاوت و ذکر میں گزار کر ہزار مہینوں کی عبادت سے زیادہ کا ثواب حاصل کیا جائے ورنہ یہ بات بالکل بے اصل ہے کہ شب قدر میں نبی ﷺ براق پر سوار ہو کر آسمان پر جاتے ہیں جس سے ایک روشنی پیدا ہوتی ہے اور جو اس روشنی کو دیکھ لیتا ہے وہ اس رات کو پا لیتا ہے۔ نبی ﷺ سنت الفردوس کے اعلیٰ مقام ”الوسیلہ“ میں ہیں۔ نہ وہ یہاں دنیا میں آتے ہیں نہ یہاں سے آسمانوں پر جاتے ہیں۔ یہ سب جھوٹی باتیں پھیلادی گئی ہیں۔ یہ رات بندوں کی اپنے رب سے قربت اور دعاؤں کی قبولیت

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۵۲، افضل لیلۃ القدر۔ عن ابی ہریرۃ ؓ (۲) ایضاً، باب ۱۱۵۱، تحری لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر۔ عن ابی سعید الخدری ؓ (۳) ایضاً، عن عائشۃ ؓ (۴) ایضاً، باب ۱۲۵۷، العمل فی العشر الاواخر من رمضان، عن عائشۃ ؓ



کی رات ہے، اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جائے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو میں کیا دعا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ دعا کرنا:

اللَّهُمَّ أَنْتَ عَفُوٌّ تَجُوبُ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي

”اے اللہ! تو عاف کرنے والا ہے اور عاف کرنے کو پسند کرتا ہے، میں تو مجھے ہی عاف کر دے۔“ (۱)

نبی ﷺ نے صرف اتنی ہی دعا بتائی، اس میں تین مرتبہ ”یا عَفُو“ کا اضافہ بعد کی ایجاد ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ نے شب قدر میں مخصوص سورتوں کے ساتھ نوافل ادا کرنے کا کوئی مخصوص طریقہ تعلیم نہیں فرمایا بلکہ عُنْ قَامَ (جس نے قیام کیا) کہہ کر اس کو عام رکھا ہے کہ ہر کوئی جس طرح چاہے نوافل پڑھے۔ اس رات میں مخصوص سورتوں اور رکعات کے ساتھ مخصوص انداز و تعداد میں نوافل ادا کرنے کی روایتیں ہیں جن میں بے انتہا فضائل بیان کیے جاتے ہیں، بشمول صلوة التیمم، صوفیوں کی ایجادیں ہیں۔ احادیث صحیحہ و آحاد صحابہ میں ان کا کوئی ثبوت نہیں۔

## اعتکاف

اعتکاف کے لفظی معنی ہیں ٹھہرنا، رکنا، قیام کرنا۔ اصطلاحاً مسجد میں عبادت کی غرض سے ٹھہر جانے کو اعتکاف کہتے ہیں۔ رمضان کی عبادتوں میں سے ایک عبادت اعتکاف بھی ہے۔ نبی ﷺ ہر سال رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف فرماتے تھے۔ (۲) ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں برابر اعتکاف فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ کی وفات ہو گئی، پھر آپ ﷺ کی ازواج نے اعتکاف کیا۔ (۳) اس وقت کہ آپ ﷺ زیادہ سے زیادہ عبادت میں گزارتے۔ راؤں کو گاتے تھے۔ (۴) اس عشرے میں آپ ﷺ عبادت میں اتنی محنت کرتے تھے جو اور دنوں میں نہ کرتے۔ (۵) اعتکاف کی جہاں فی تعلیل ہے کہ بندہ تمام مصروفیات سے کنارہ کش ہو کر اپنے رب کی عبادت کے لیے یکسو ہو جاتا ہے، وہیں بہت ہی مصیبتوں سے بھی بچا رہتا ہے۔ اعتکاف مسجد میں ہوتا ہے۔ (۶) اعتکاف کے لیے پکڑے وغیرہ کو خیمہ لگائے جانے چاہئیں۔ (۷) جس میں بستر بھی بچھایا جاسکتا ہے۔ (۸) صحاح کی بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ نبی ﷺ صلوة التیمم کے بعد اپنے

(۱) جامع ترمذی: ابواب الدعوات (۲) صحیح بخاری: کتاب الصوم، ابواب الاعتکاف، باب ازل، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۳) ایضاً (۴) صحیح مسلم: کتاب الاعتکاف، باب الاجتہاد فی العشر الاواخر من رمضان، عن عائشہ رضی اللہ عنہا (۵) صحیح مسلم: کتاب الاعتکاف، عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۶) سنن ابن ماجہ: کتاب الصوم، باب ۱۲ الاعتکاف فی خیمۃ المسجد، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ (۷) ایضاً باب ۲۱ المعتکف یلزم مکاناً من المسجد، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

مُتَعَتِّفٌ میں داخل ہوتے، اس سے یہ مطلب نہ لیا جائے کہ اعتکاف کی ابتداء بیسویں روزے کی فجر سے ہوتی

ہے۔ بخاری و مسلم کی روایات سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات تک آخری عشرے ہی میں اعتکاف فرمایا ہے اور آخری عشرہ تو انیسویں شب سے شروع ہوتا ہے۔ لہذا مسنون طریقہ یہی ہے کہ اعتکاف کی ابتداء آخری عشرہ شروع ہونے سے پہلے کی جائے جو بیسویں روزے کے افطار کے بعد شروع ہو جاتا ہے۔ لہذا تین سو سال روزہ اعتکاف میں ہی افطار کیا جائے۔ مُتَعَتِّفٌ (اعتکاف کرنے والا) بلا ضرورت مسجد سے باہر نہ جائے۔ (۱) اگر مسجد میں کھانے پینے یا حوائج ضروریہ کا بندوبست نہیں ہے تو ان کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے۔ (۲) اعتکاف سے اس کے رشتہ دار، بیوی وغیرہ ملے مسجد آسکتے ہیں۔ (۳) عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی ﷺ کا اعتکاف میں سر دھویا اور نکلی کی۔ (۴) جب سر دھلویا جاسکتا ہے تو دھو یا بھی جاسکتا ہے۔ اس لیے معتکف بوقت ضرورت اعتکاف کی حالت میں غسل بھی کر سکتا ہے اگر مسجد میں انتظام ہو۔ اگر ضرورت نہ ہو تو اعتکاف کا زیادہ سے زیادہ وقت مقام اعتکاف ہی میں گزارا جائے اور اپنی جگہ سے بغیر ضرورت کے نہ بٹے۔

## ماہ مبارک میں انفاق

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے سچے مومنوں کے جو اوصاف جگہ جگہ بیان کیے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ اللہ کے دیے ہوئے مال میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اولاً آدم ایک مال باپ کی اولاد ہیں، اس لیے ان میں باہم شفقت و محبت ہونا ضروری ہے، بالخصوص مومن بھائیوں میں۔ اس کا فطری تقاضا یہ ہے کہ مومن صالح کے دل میں ایک مسکین کی ضرورت کا احساس ہو اور اس کو پورا کرنے کے لیے اپنی محنت و مشقت کی کمائی میں سے کچھ خرچ کرے۔ یہ احساس اس ماہ مبارک میں زیادہ شدید ہو جاتا ہے جبکہ بھوک، پیاس، عبادات اور قیام الیلیل زیادہ سے زیادہ تقرب الی اللہ کا سبب بنتی ہیں تو خیر کے کاموں میں آگے بڑھنے کا شوق اور عزم و جوش بھی بڑھتا ہے۔

نبی ﷺ کی عبادت وغیرہ کی شدت کا اندازہ اوپر بیان کی گئی حدیث سے ہوتا ہے اور انفاق اور دیگر خیر کے کاموں میں آپ ﷺ کی تیزی و تہیہ کا نقشہ مندرجہ ذیل حدیث پیش کرتی ہے:

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرقم لوگوں سے زیادہ جی تھے اور رمضان میں (خصوصاً) بہت زیادہ سخاوت فرماتے جبکہ

(۱) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۵۷ المعتکف یعود المريض، عائشہ

(۲) سنن ابی داؤد: کتاب الصیام، باب ۲۵۱ المعتکف یدخل البیت لاحتاجه، عن عائشہ

(۳) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۲۸ زیارۃ المرأة زوجھا فی اعتکافہ، عن صفیہ بنت حنہ رضی اللہ عنہا

(۴) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۲۴ المعتکف یدخل راسہ البیت الغسل، عن عائشہ رضی اللہ عنہا



جبریل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملاقات فرماتے، اور جبریل رمضان کی ہر رات میں آپ ﷺ سے ملاقات کرتے اور قرآن کا دور فرماتے تھے، اور ان دنوں میں آپ ﷺ کی سخاوت (بارش لانے والی) تیز ہوا سے بھی زیادہ ہوتی<sup>(۱)</sup>

غرضیکہ جو اللہ کے بندے اپنے رب کی رحمت و مغفرت کے زیادہ سے زیادہ طلبگار ہیں، ان کو اس ماہ مبارک کی سعادت کے حصول میں اس پہلو سے بھی کوتاہی نہ کرنی چاہیے۔ اس مہینے میں ہر عمل خیر کا اجر بہت بڑھا چڑھا کر ملتا ہے اس لیے اس مہینے کو زکوٰۃ و صدقات کے لیے مخصوص کیجیے، اور صدقۃ الفطر کو عید الفطر سے پہلے ادا کیجیے تاکہ مستحقین عید کی تیاری میں اس کو استعمال کر لیں۔ اپنے بھائیوں کی مدد کے ذریعے رب کریم کی مغفرت و رحمت کا حقدار بن جانے کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

صدقۃ الفطر روزوں کی زکوٰۃ ہے جس کے ذریعے روزوں میں ہو جانے والی تقصیرات کا تزکیہ و ازالہ کیا جاتا ہے۔ یہ صدقہ ہر مسلم مرد و عورت، چھوٹے بڑے سب پر ہے<sup>(۲)</sup>۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو، گندم، کھجور، کشمش وغیرہ سے ایک صاع صدقۃ الفطر دیا کرتے تھے<sup>(۳)</sup> صحاح کی بعض روایات سے نصف صاع گندم کی مقدار بھی ثابت ہے<sup>(۴)</sup> اور مسلم کی روایت میں معاویہ و عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے قول سے اس کی تائید ہوتی ہے<sup>(۵)</sup> اس طرح نصف صاع گندم صدقۃ الفطر کی بھی احادیث کی رو سے گنجائش موجود ہے۔ لیکن صاحب استطاعت ایک صاع ادا کریں تو بہتر ہے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ صاع کے تعین میں بھی کچھ اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ایک صاع چار مند لیا جاتا ہے جو تقریباً پونے تین کلو گرام ہوتا ہے، جبکہ دوسروں کے نزدیک ایک صاع پانچ مند لیا جاتا ہے جو تقریباً ساڑھے تین کلو گرام ہوتا ہے۔ عراقی اور شامی اوزان میں بھی کچھ فرق ہے۔ بہر حال احتیاط کے پیش نظر بڑا وزن اختیار کرنا قابل ترجیح ہے۔

اللہ تعالیٰ سے پر خلوص دعا ہے کہ وہ ہمیں اس ماہ مبارک کی سعادتیں اور برکتیں سمیٹے، اپنے اخلاق و کردار، سیرت و اطوار سنوارنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے اندر اپنے متقی و مومن بندوں کے اوصاف پیدا کرے اور اس رحمت و برکت کے مہینے کی تربیت سے ہمارے حسن اخلاق اور نیک اعمال کی روش میں مداومت ہو! آمین

(۱) صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب ۱۱۹۱ اجود ماکان النبی ﷺ یكون فی رمضان (۲) منلق علیہ، بحوالہ مشکوٰۃ، کتاب الزکوٰۃ، باب صدقۃ الفطر (۳) ایضاً (۴) سنن ابی داؤد و نسائی، بحوالہ مشکوٰۃ، ایضاً (۵) صحیح مسلم: کتاب الزکوٰۃ، باب زکوٰۃ النطر